FREE FROM GOVT
NOT FOR SALE

Leading Books Publisher
Jamrud Road, Peshawar

اُردو کی کتاب

ساتویں جماعت کے لیے

خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

جملہ حقوق بحق لیڈنگ بکس پبلشر محفوظ ہیں۔

منظور کردہ: وفاقی وزارت تعلیم (شعبہ نصاب)، حکومت پاکستان اسلام آباد

بمطابق قومی نصاب ۲۰۰۶

نظرثانی:

طاہرہ صغیر ڈار

ماہر مضمون اردو

خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

زیرنگرانی ورہنمائی:

ڈاکٹر فضل الرحیم مروت (چیئرمین)

ڈاکٹر جہانزیب خلیل (ممبر ای اینڈ پی)

خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

34

اُردو کی کتاب

ساتویں جماعت کے لیے

تصنیف و تالیف

پروفیسر محمد جمال
سیّد زبیر شاہ

Published by:
Leading Books Publisher

Curriculum Development & Text Book Production Wing * H-9, Islamabad. *
LIBRARY
560

خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

فہرست

نمبر شمار	نام سبق	صفحہ
۱	حمد (نظم)	۱
۲	غازی علم دین شہید	۵
۳	نعت (نظم)	۱۱
۴	پیکرِ شجاعت	۱۴
۵	خیبر پختونخوا	۲۰
۶	دھنک (نظم)	۲۶
۷	فطرت کے خلاف بغاوت	۳۰
۸	بارش کا پہلا قطرہ (نظم)	۴۰
۹	طبیعیات	۴۴
۱۰	تحریکِ پاکستان میں خواتین کا کردار	۵۴
۱۱	مسدّسِ حالی (نظم)	۶۱
۱۲	مثبت سوچ	۶۵
۱۳	فٹ بال	۷۱
۱۴	ملّی نغمہ (نظم)	۷۷

۸۰	ابتدائی طِبّی امداد	۱۵
۸۸	دو کنجوس	۱۶
۹۲	میں روزے سے ہوں (نظم)	۱۷
۹۵	قومی ادارے	۱۸
۱۰۲	ہم یونہی مسکراتے رہیں (نظم)	۱۹
۱۰۵	تجدیدِ عہد کا دن	۲۰
۱۱۲	ہوائی جہاز	۲۱
۱۱۸	مفلسی (نظم)	۲۲
۱۲۱	ہمارا پرچم	۲۳
۱۲۹	ملاقات	۲۴
۱۳۵	ہم وطن بھائیو، ہم وطن دوستو (نظم)	۲۵
۱۳۸	فرہنگ	۲۶

حمد

تدریسی مقاصد:

☆ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا احساس پیدا کرنا۔
☆ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اہمیت واضح کرنا۔
☆ قوافی کی پہچان کرانا۔

خاص الفاظ و تراکیب:

لاجوردی ۔ خلعت ۔ سائباں
شیریں دہاں ۔ رائیگاں ۔ تسبیح خواں

تعریف اُس خدا کی جِس نے جہاں بنایا
کیسی زمیں بنائی ، کیا آسماں بنایا
پَیروں تلے بِچھایا کیا خُوب فرشِ خاکی
اور سَر پہ لاجُوَردی اِک سائباں بنایا
مٹی سے بیل بُوٹے کیا خُوش نُما اُگائے
پہنا کے سبز خِلعَت ان کو جواں بنایا
خُوش رنگ اور خُوش بُو گل پھُول ہیں اُگائے
اِس خاک کے کھنڈر کو کیا گُلِستاں بنایا
میوے لگائے کیا کیا خُوش ذائقہ رسِیلے
چکھنے سے جِن کے ہم کو شِیریں دَہاں بنایا

سُورَج بنا کے تُو نے رونَق جہاں کو بخشی
رہنے کو یہ ہمارے اچھّا مکاں بنایا
یہ پیاری پیاری چڑیاں پِھرتی ہیں جو چہکتی
قدُرت نے تیری ان کو تسبیح خواں بنایا
آبِ رواں کے اندر مچھلی بنائی تُو نے
مچھلی کے تیرنے کو آبِ رواں بنایا
ہر چیز سے ہے تیری کاری گری ٹپکتی
یہ کارخانہ تُو نے کب رائیگاں بنایا
(اسمٰعیل میرٹھی)

مشق

ا۔ درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں:

الف) حمد کسے کہتے ہیں؟

ب) سائباں سے کیا مراد ہے؟

ج) آخری شعر میں کارخانہ کسے کہا گیا ہے؟

د) آب رواں کس لیے پیدا کیا گیا؟

ہ) اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی پانچ نعمتوں کے نام لکھیں۔

۲۔ ان الفاظ کو تہجی ترتیب سے لکھ کر ان کے معنی درج کیجیے۔

لاجوردی۔ کھنڈر۔ شیریں دہاں۔ تسبیح خواں۔ آبِ رواں۔ رائیگاں۔

۳۔ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

خوش ذائقہ۔ رونق بخشی ۔ تسبیح خواں۔ رائیگاں۔

۴۔ مکاں، دہاں، جہاں ہم آواز الفاظ ہیں، انھیں ''ہم قافیہ'' الفاظ بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح ''تعریف'' کے ہم قافیہ الفاظ ہوں گے: شریف۔ ضعیف۔ خریف وغیرہ۔ آپ اسی طرح ''خاک'' کے ہم قافیہ الفاظ جمع کیجیے۔

۵۔ حمد کا مرکزی خیال تحریر کریں۔

☆ ''روزمرہ'' سے مراد بیان کا وہ اسلوب اور انداز ہے جو اہلِ زبان استعمال کرتے ہیں۔
مثلاً ''میں نے لاہور جانا ہے'' یہ جملہ اہلِ زبان اس طرح ادا کرتے ہیں ''مجھے لاہور جانا ہے''۔

۶۔ مندرجہ ذیل جملوں کو روزمرہ کے مطابق درست کریں:

☆ لڑکی نے دوپٹہ پہنا۔

☆ وضو سے پہلے میں نے مسواک پھیری۔

☆ ناوقت کھانا نہ کھاؤ۔

☆ فوج نے نہر کے کنارے ڈیرہ ڈال دیا۔

☆ میری چشم میں درد ہے۔

سرگرمی:

اس حمد کے علاوہ کوئی سے دو حمدیہ اشعار اپنی کاپی میں لکھیں اور انھیں زبانی یاد کریں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ حمد کی بلند خوانی کروائیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور حمد طلبہ کو سنائیں۔

☆ بچوں کو "اہل زبان" کا مفہوم سمجھائیں۔ نیز روزمرہ کے بارے میں مشق کروائیں۔

غازی عِلم دین شہید

تدریسی مقاصد:	خاص الفاظ و تراکیب:
☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا جذبہ پیدا کرنا۔ ☆ دینِ اسلام سے محبت کا جذبہ پیدا کرنا۔	زندہ و پائندہ۔ دائمی۔ مَلعُون۔ کُتب فَروش۔ بارآور۔ سَرشار۔ سراپا احتجاج۔ مُصَمّم

اگر تاریخ کے اوراق اٹھا کر دیکھیں، تو بے شمار ایسی شخصیات کا ذکر ملے گا، جنھوں نے اپنے کار ہائے نمایاں سے نہ صرف اپنے آپ کو امر کر دیا بلکہ اپنے مذہب، ملک اور قوم کو بھی زندہ و پائندہ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان عظیم ہستیوں کا جان و مال سے بے نیاز ہو کر انتہائی اخلاص کے ساتھ قربانیاں پیش کرنے کا بنیادی سبب یہی ہے کہ وہ اس حقیقت کو جان چکے تھے کہ یہ دنیاوی زندگی اور اس سے جُڑی ہوئی تمام چیزیں ایک نہ ایک دن فنا ہونے والی ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہونے اور ایک کامیاب دائمی زندگی کی خاطر اس عارضی زندگی کی قربانی دینا کوئی گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔

ایسی ہی ناقابل فراموش شخصیات میں ایک اہم نام غازی علم دین شہید کا بھی ہے، جو ایک سچے اور بے لوث عاشقِ رسول تھے۔ وہ بروز جمعرات ۳ دسمبر ۱۹۰۸ء کو لاہور میں طالع محمد کے گھر پیدا ہوئے۔ ان کے والد ایک معمولی بڑھئی تھے۔ غازی علم دین شہید کا رجحان بچپن ہی سے مذہب کی طرف تھا۔ اس لیے دیگر بچّوں کی نسبت ان کے عادات واطوار میں شروع ہی

سے ایک پُر وقار سنجیدگی تھی۔

قیامِ پاکستان سے قبل جب برصغیر پاک و ہند کے مسلمان غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کی خاطر، ہاتھ پیر مار رہے تھے، لاہور میں راجپال نامی ایک کتب فروش نے انگریزوں کی ہمدردی اور حمایت سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ اقدس کے بارے میں ایک دل آزار کتاب شائع کی، جو ایک ہندو پروفیسر چھپاوتی نے لکھی تھی۔لیکن اس ملعون کو بچانے کے لیے اس کتاب پر مصنف کا نام تحریر نہیں کیا گیا تھا۔شانِ رسول صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم میں گستاخی کی اس مذموم حرکت کے خلاف اس وقت کی عدالت سے رجوع کیا گیا، مگر توہینِ رسالت کا قانون نہ ہونے کی وجہ سے عدالت نے راجپال ملعون کو کوئی سزا نہیں دی اور بری کر دیا۔ اس فیصلے سے مسلمانوں میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی اور وہ راجپال کو خود سزا دینے کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ لہٰذا ۲۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو لاہور کے ایک غیّور سرفروش خدا بخش نے راجپال پر قاتلانہ حملہ کیا، مگر وہ اس حملے میں بچ گیا اور خدا بخش کو سات سال کی سزا ہو گئی، مگر یہ سلسلہ کب تھمنے والا تھا۔ ابھی راجپال پہلے حملے کے خوف سے باہر نہیں نکلا تھا کہ کوہاٹ سے رسالت مآب صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم کا ایک اور پروانہ، عبدالعزیز آیا اور اس نے بھی راجپال ملعون کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب تو ہوا، مگر بعد میں پتا چلا کہ اس نے جس شخص کا سر تن سے جدا کر دیا تھا وہ دراصل راجپال ملعون کا کوئی دوست تھا۔

ان واقعات نے راجپال کو حواس باختہ کر دیا تھا۔ اس لیے وہ اپنی زندگی کی سلامتی کی خاطر انگریزوں کے سامنے گھٹنے ٹیک کر مدد مانگتا رہتا۔ تاہم وہ ایک ایسے منجدھار میں پھنس چکا تھا جہاں پر ڈوبنا ہی اس کا مقدر تھا۔

ان دو حملوں میں بچ نکلنے کے بعد وہ بہت محتاط ہو گیا تھا، لیکن آئی قضا کو کوئی ٹال نہیں سکتا کیونکہ خدا ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ بھیجتا ہے۔ ایک دن جب فرزندانِ توحید اپنے

محبوب کے مجرم کے خلاف سراپا احتجاج تھے، تو ایک نوخیز جوان نے یہ مُصَمّم ارادہ کیا کہ وہ کسی بھی قیمت پر اس گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو کیفرِ کردار تک پہنچا کر رہے گا اور پھر آخر کار اس ملعون کو ختم کرنے کی سعادت، شمعِ رسالت کے پروانے غازی علم دین شہید کے حصّے میں آئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبت میں سرشار ایک دن جب وہ راجپال ملعون کی دکان میں داخل ہوئے، تو ان کی آنکھوں میں شدتِ جذبات کے باعث لہو اُتر آیا۔ آن ہی آن میں اس کی حفاظت کے لیے تعینات دو ہندو سپاہیوں، ایک سکھ حوالدار اور اس کے دو ذاتی ملازموں کی موجودگی میں دن دیہاڑے اپنے خنجر سے اسے جہنم واصل کر دیا۔ اس اقدام پر انھیں عدالت نے سزائے موت سنائی، مگر اس مردِ حق کے ماتھے پر ایک شکن تک نہ آئی بلکہ وہ انتہائی پُرسکون انداز میں تمام حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا۔ اس کے مقدمے کی پیروی قائدِ اعظم نے خود کی، مگر سزائے موت بحال رہی اور جب ان کو بچانے کی امید ماند پڑ گئی، تو ان کو یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ اس قتل کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیں، مگر انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مجھے اپنے اس عمل پر فخر ہے اور میں کسی صورت بھی اس سے انکار نہیں کروں گا۔

مسلمان اپنے اس عظیم ہیرو کو بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ اس مقدمے کے اخراجات مسلمانوں نے چندہ جمع کر کے پورے کیے لیکن ان کی کوشش بار آور ثابت نہ ہوئی اور ۳۱/ اکتوبر ۱۹۲۹ء کی صبح میانوالی جیل میں شیفتۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم غازی علم دین شہید کو پھانسی دے دی گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ پھر اس کے بعد مزید ظلم یہ کیا کہ صبح ۹ بجے جیل کے حکام نے اس شہید کے جسدِ خاکی کو بغیر نمازِ جنازہ خاموشی سے جیل ہی میں دفن کر کے پہرہ لگا دیا۔ حکومتِ وقت کا یہ ناروا سلوک جلتی پر تیل ثابت ہُوا اور مسلمانوں میں ایک بار پھر غم و غصّے کے جذبات بھڑک اُٹھے۔ جب اس آگ کے شعلے پھیلنے لگے، تو حکومتِ وقت کے اوسان خطا ہو گئے، لہٰذا ان بگڑے ہوئے حالات پر قابو

پانے کے لیے شہادت کے تیرہ دن بعد مجبوراً میت قبر سے نکال کر مسلمانوں کے حوالے کی گئی۔ انتہائی حیرت کی بات ہے کہ تیرہ دن گزرنے کے بعد بھی ان کا جسم صحیح حالت میں تروتازہ تھا۔ لاش صندوق میں رکھ کر لاہور لائی گئی اور ۱۴/ نومبر ۱۹۲۹ء کو بروز جمعرات اس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم کا جنازہ اس شان سے اٹھایا گیا کہ اہلِ لاہور نے اس سے پہلے ایسا جنازہ نہیں دیکھا تھا، جس میں پنجاب اور ہندوستان بھر سے تقریباً چھے لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس دن فضا خوشبوؤں سے لبریز تھی۔ جنازہ جدھر سے گزرتا، اس پر پھولوں کی بارش ہونے لگتی۔ ہر شخص کے چہرے پر جذبۂ عقیدت نمایاں تھا۔ کلمۂ شہادت اور ''اللہ اکبر'' کے نعروں سے فضا گونج رہی تھی۔ مولانا ظفر علی خان نے اپنی خصوصی نگرانی میں ان کی قبر تیار کروائی۔ جب جنازہ میانی صاحب کے قبرستان پہنچا، تو علامہ اقبال اور مولانا دیدار علی شاہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حرمتِ رسول صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم کے اس فدائی کو قبر میں اُتارا۔ غازی علم دین شہیدؒ کے اس کارنامے کا ذکر ہر خاص و عام کی زبان پر تھا۔ ایک دفعہ علامہ اقبالؒ نے اپنے دوست سے فرمایا۔ ''ہم باتیں کرتے رہ گئے اور بڑھئی کا بیٹا بازی لے گیا''۔

غازی علم دین شہید نے رسول اکرم صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم کے عشق میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے خود کو زندۂ جاوید کر دیا۔ یہ سچ ہے کہ شہید مرتے نہیں، وہ لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

واضح رہے کہ اُس دور میں انگریزوں کی حکومت تھی اور توہینِ رسالت کا قانون نہیں تھا جس کی وجہ سے مسلمان خود راجپال سے بدلہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ اب اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں گستاخِ رسول کے لیے واضح سزا موجود ہے۔ لہٰذا کسی بھی گستاخِ رسول کو ذاتی طور پر سزا دینے کی بجائے اس پر مقدمہ درج کرایا جاتا ہے اور قانون اس کو خود سزا دیتا ہے۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیں :

ا۔ غازی علم دین کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

ب۔ غازی علم دین نے کیا کارنامہ سرانجام دیا؟

ج۔ راجپال ملعون نے کیا حرکت کی تھی؟

د۔ غازی علم دین کا مقدمہ کس نے لڑا؟

ہ۔ غازی علم دین شہید کے جنازے کا منظر بیان کریں۔

و۔ غازی علم دین کے علاوہ کتنے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون راجپال کو ختم کرنے کی کوشش کی؟

۲۔ خالی جگہ موزوں الفاظ کی مدد سے پُر کریں :

ا۔ دائمی زندگی کے لیے عارضی زندگی کی قربانی دینا............ کا سودا نہیں۔

(نفع۔ گھاٹے۔ عقل مندی۔ زبردستی)

ب۔ لاہور میں راجپال نامی ایک............ تھا۔

(کتب فروش۔ سبزی فروش۔ اخبار فروش۔ گل فروش)

ج۔ آئی............ کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

(قضا۔ وفا۔ جفا۔ فضا)

د۔ غازی علم دین کے مقدمے کی پیروی .... نے کی۔

(علامہ اقبال۔ قائدِاعظم۔ مولانا دیدار علی شاہ۔ مولانا ظفر علی خان)

۳۔ متضاد لکھیں۔

غازی۔ ابتدا۔ جہنم۔ حمایت۔ خوش بُو۔ بے قصور۔ قاتل۔ گستاخ۔

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ معنی واضح ہو جائیں۔

بے لوث۔ ہاتھ پیر مارنا۔ ملعون۔ منجدھار۔ جلتی پر تیل ڈالنا۔

سرگرمی :

دس مشاہیرِ اسلام کے نام لکھیں۔

۱ ________	۲ ________
۳ ________	۴ ________
۵ ________	۶ ________
۷ ________	۸ ________
۹ ________	۱۰ ________

ہدایت برائے اساتذہ :

☆ اسلامی تاریخ سے حُبِّ رسول سے متعلق چند واقعات طلبہ کو سنائیں۔

نعت

تدریسی مقاصد:

☆ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صفات بیان کرنا۔
☆ اسلامی تعلیمات کے اثرات اجاگر کرنا۔
☆ ہیئت کے لحاظ سے نظم کی اقسام سے روشناس کرانا۔

خاص الفاظ وتراکیب:

بَر لانا۔ ملجا۔ ماویٰ۔ بداندیش۔ شِیر وشکر۔ نسخۂ کیمیا۔ قرنوں۔ موجِ بلا۔

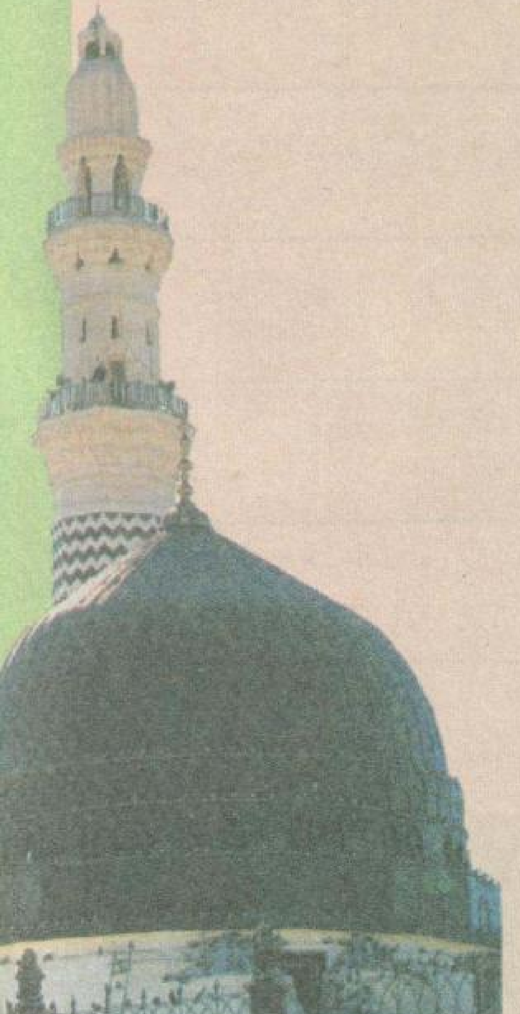

وہ نبیوں میں رحمت ، لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی ، بَر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے ، کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا ، غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی ، غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے در گزر کرنے والا
بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شِیر و شکر کرنے والا

اُتر کر حِرا سے سُوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مسِ خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

الطاف حسین حالؔی

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

ا۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا لقب کیا تھا؟

ب۔ پہلے بند میں شاعر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کن خوبیوں کا ذکر کیا ہے؟

ج۔ مسدس کسے کہتے ہیں؟ آپ کسی اور مسدس کا ایک بند اپنی کاپیوں میں لکھیں۔

د۔ نظم کے آخری بند کی تشریح کریں۔

ہ۔ "سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم" کے موضوع پر دو پیراگراف کا مضمون تحریر کریں۔

۲۔ درج ذیل الفاظ کے معنی لغت میں تلاش کر کے لکھیں:

ملجا۔ ماویٰ۔ قرن۔ خطاکار۔ مسِ خام۔ کندن۔

NOT FOR SALE

۳۔ اس نظم میں سے محاورے تلاش کریں اور انھیں جملوں میں استعمال کریں۔

۴۔ روزمرہ کے مطابق جملے درست کریں:

☆ چوہے بکثرت سے مر رہے ہیں۔
☆ اس نے یہ کام کرنا ہے۔
☆ وہ سب سے بعد میں آیا۔
☆ وہ تین پانچ روز سے بیمار ہے۔

۵ جب دو الفاظ آپس میں ''ہمزہ''، ''زیر''، یا '' کا، کی، کے'' کے ذریعے ملے ہوں تو اسے مرکب اضافی کہتے ہیں جیسے: نظارۂ بہار، بادِ بہار، دردِ سر، گلاب کا پھول وغیرہ۔نعت سے مرکباتِ اضافی تلاش کر کے لکھیں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆۔ درست تلفظ اور آہنگ کے ساتھ نظم کی بلند خوانی کرائیں۔
☆۔ نظم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جن خصوصیات کا ذکر ہُوا ہے، ان سے متعلق واقعات طلبہ کو سنائیں۔
☆۔ روزمرہ کی تعریف سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

NOT FOR SALE

پیکرِ شجاعت

(کیپٹن کرنل شیر خان شہید)

تدریسی مقاصد:	خاص الفاظ و تراکیب:
☆ وطن کی خاطر قربانی کا جذبہ پیدا کرنا۔ ☆ طلبہ و طالبات کو قومی ہیرو سے روشناس کرانا۔	حَمِیّت۔ سَپُوت۔ جامِ شہادت۔ چھکّے چھڑانا۔ صَوم وصلواۃ۔ وَلوَلہ۔ قَفَسِ عُنصری۔

خیبرپختونخوا کی سرزمین غیرت، حمیّت، بہادری اور جوانمردی کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہاں کی مٹی نے ہر دور میں ایسے سپوت پیدا کیے ہیں، جنھوں نے اپنی شجاعت اور دلیری کے نئے باب رقم کیے اور ناممکن کو ممکن کردکھایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی ملک و ملّت کی خاطر قربانیوں کا تذکرہ آتا ہے، تو یہاں کے لوگوں کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ مرد ہوں یا خواتین، جب بھی وطنِ پاک کو ضرورت پڑی، انھوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کردیا۔

اس بات کی صداقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ جو قومیں، محنت کی بجائے محض اپنے آباؤاجداد کے کارناموں کا ذکر کرکے خود کو برتر ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہیں، وہ زوال کا شکار ہوجاتی ہیں، لیکن جس قوم کا ایک ایک بیٹا جان ہتھیلی پر لیے وطن کی حفاظت کا عزم رکھتا ہو،

اس قوم کو زوال کیسے آسکتا ہے؟

''آپ کا یہ بہادر آفیسر آپ کی فوج کا ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ اس نے نہایت نامساعد حالات کے باوجود، جس جرأت، بہادری اور جواں مردی کا مظاہرہ میدان جنگ میں کیا، وہ ہمارے لیے نہایت متاثر کن تھا اور بھارتی فوجیوں کے دلوں میں ان کا احترام بڑھا ہے''۔

یہ الفاظ ہمارے دشمن ملک کے فوجی افسروں کے ہیں، جو انھوں نے وطنِ عزیز کے ایک بہادر اور دلیر بیٹے کے متعلق تحریر کیے۔ جس نے انتہائی کشیدہ حالات میں وطنِ عزیز کی سرحدوں کا دفاع کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ پاک فوج کے اس بہادر سپوت کا نام ''کرنل شیر خان'' ہے۔ شیر خان نے کشمیر کے محاذ پر اپنے وطن کی سرزمین کا دفاع کرتے ہوئے بہادری کی ایک ایسی داستان رقم کی کہ ہمارے بدترین دشمن کو بھی، اس کی بہادری اور دلیری کا اعتراف کرنا پڑا۔ اس عظیم کارنامے پر حکومتِ پاکستان نے بعد از شہادت، شیر خان کو فوج کا سب سے بڑا فوجی اعزاز ''نشانِ حیدر'' عطا کیا۔

شیر خان یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو ضلع صوابی کے ایک چھوٹے سے گاؤں، نوے کلے میں پیدا ہوئے۔ کرنل شیر خان کے دادا تحریکِ آزادیِ کشمیر کے اہم مجاہد تھے۔ وہ ۱۹۴۸ء کی جنگِ آزادیِ کشمیر میں شامل رہے اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ اُن کی خواہش تھی کہ اُن کا پوتا پاک فوج میں شامل ہو کر جہاد کرے اور کشمیر کو مکمل آزاد کرائے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے پوتے کا نام کرنل شیر خان رکھا۔

شیر خان کا بچپن عام بچّوں سے بہت مختلف تھا۔ اُنھوں نے خالص دینی ماحول میں پرورش پائی تھی، اس لیے وہ نہ صرف صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، بلکہ وطنِ عزیز کی محبّت ان کی رگ رگ میں رچی بسی تھی۔ کرنل شیر خان نے بنیادی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، پھر سکول میں

داخل ہوئے اور آٹھویں جماعت کے امتحان میں اپنے سکول میں اوّل آئے۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول نواں کلی (صوابی) سے پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج صوابی سے ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا۔

بچپن ہی سے ان میں سپاہیانہ جوہر موجود تھے۔اسی لیے ان کو عسکری زندگی سے بہت لگاؤ تھا۔وہ ۱۹۸۷ء میں بحیثیت ایئرمین پاک فضائیہ میں بھرتی ہوئے۔ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مزید تربیت کے لیے سکول آف ایروناٹیکل کورنگی کراچی چلے گئے۔یہاں پر بھی خوب محنت سے تربیت حاصل کی اور اپنی محنت کے بل بُوتے پر''چیف آف سٹاف'' ٹرافی حاصل کی اور دوسرے کورسوں میں بھی اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر''شاہین بچے'' کا خطاب حاصل کیا۔

شیر خان کے دل میں ایک عزم اور ولولہ تھا، جو ان کو ہر پل بے چین رکھتا تھا۔اپنے عزم اور ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انھوں نے برّی فوج میں کمیشن حاصل کرنے کے لیے امتحان دیا۔امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ۱۹۹۲ء میں شیر خان تربیت حاصل کرنے کے لیے پاکستان مِلٹری اکیڈمی کاکول (ایبٹ آباد) چلے گئے۔دو سالہ تربیت مکمل کرنے کے بعد ۱۹۹۴ء میں شیر خان سیکنڈ لیفٹیننٹ کی حیثیت سے پاک فوج کی''سندھ رجمنٹ'' میں شامل ہوئے۔

یکم جنوری ۱۹۹۸ء کو انھیں نادرن لائٹ انفنٹری کی اس یونٹ میں بھیج دیا گیا، جو کشمیر کے محاذ پر دشمن سے برسرِ پیکار تھی۔لائن آف کنٹرول پر بھارتی فوج کی طرف سے بغیر کسی سبب کے پاکستانی علاقے پر گولہ باری روزانہ کا معمول بن گیا تھا۔وطن کی سرحدوں کا دفاع کرنے کے لیے کرنل شیر خان نے خود کو رضا کارانہ طور پر پیش کیا تھا، اس لیے دو سال کے لیے انھیں وہاں بھیج دیا گیا۔

کرنل شیر خان نے وطن کے دفاع کے لیے پندرہ سے سترہ ہزار فٹ بلندوبالا برف پوش چٹانوں پر سخت ترین موسمی حالات کے باوجود، ایک نہیں پانچ فوجی چوکیاں قائم کیں، جن کی وجہ سے پاک فوج کے جوان تعداد میں کم ہونے کے باوجود، بھارتی افواج کی گولہ باری اور ہر حملے کا موثر جواب دیتے رہے۔

ان چوکیوں کی وجہ سے بھارتی افواج کی نہ صرف پیش قدمی رک گئی تھی بلکہ ان کو ہر بار جانی نقصان سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ دشمن دفاعی اہمیت کی اس پوسٹ پر، جہاں کرنل شیر خان موجود تھے، بار بار حملے کر رہا تھا، لیکن ہر بار اسے منہ کی کھانی پڑ رہی تھی۔

پانچ جولائی ۱۹۹۹ء کو دشمن نے دو بٹالین کی نفری کے ساتھ کیپٹن شیر خان کی پوسٹ پر کئی اطراف سے حملہ کر دیا، لیکن شیر خان اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ اپنی پوسٹ پر ڈٹا رہا۔ اس نے دن کی روشنی میں کمال بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا بھرپور اور اچانک تھا کہ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے۔ اگرچہ شیر خان کا فوجی دستہ مختصر تھا۔ لیکن حملہ کچھ اس طرح کیا گیا تھا کہ دشمن کے اوسان خطا ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید پوری بٹالین نے حملہ کر دیا ہے۔

پاکستانی فوج کے سرکاری بیان کے مطابق، لائن آف کنٹرول پر معرکہٴ کارگل کے دوران کیپٹن کرنل شیر خان نے دلیری اور شجاعت کی ایک نئی مثال قائم کی۔ انھوں نے اپنی بہادری سے دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا اور اپنے جوانوں کے ساتھ مل کر ۱۷۰۰۰ فٹ کی بلندی پر اپنی پانچ جنگی پوسٹوں کا نہ صرف بھرپور دفاع کیا، بلکہ دشمن کے دانت بھی کھٹے کر دیے، لیکن اس خوفناک لڑائی میں دشمن نے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے عیاری کا جال بچھایا اور بالآخر دو بٹالین فوج کی مدد سے شیر خان کی پوسٹ کو گھیرے میں لے کر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ گولیوں کے اس شور میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اگرچہ وقتی طور پر وہ اس

پوسٹ کے کچھ حصے پر قابض ہونے میں کامیاب ہوگئے، لیکن شیر خان کی مزاحمت سے جلد ہی کھویا ہوا علاقہ دوبارہ حاصل کر لیا گیا۔ اس کے بعد بھی وہ برابر، جوانمردی کے ساتھ لڑتے رہے اور اپنے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ وطنِ عزیز کی خاطر اس لڑائی میں ان سب کا جذبہ قابلِ دید تھا، لیکن اسی دوران میں مشین گن کی گولی کرنل شیر خان کے سینے میں لگی اور اُن کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ جب بھارتی فوجیوں نے اس شیر دل شہید کی لاش کو اپنے قبضے میں لیا، تو اس وقت بھی اس کی انگلی اپنی بندوق کی لبلبی پر تھی۔ شیر خان کی بے مثال بہادری اور جرأت نے دشمن کو بھی اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا کہ:

''ہم دشمن ضرور ہیں، لیکن حریف کے ایسے بہادر سپاہی کو سلام پیش کرتے ہیں''۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیں:

ا۔ کرنل شیر خان کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

ب۔ شیر خان کی خوبیاں اپنے الفاظ میں بیان کریں؟

ج۔ کرنل شیر خان نے کیا کارنامہ انجام دیا؟

د۔ کرنل شیر خان کو کون سا فوجی اعزاز دیا گیا؟

ہ۔ کرنل شیر خان کو بچپن سے کیسی زندگی پسند تھی؟

و۔ وہ کتنے برس کی عمر میں ائیر مین بھرتی ہوئے؟

ز۔ شہادت کے وقت کرنل شیر خان کی عمر کتنی تھی؟

۲۔ جملوں میں استعمال کریں:

سپوت ۔ غیرت وحَمیّت ۔استقامت ۔ جنگجو۔شرمندۂ تعبیر۔اُولو العزمی۔ جہنم واصل کرنا۔

۳۔ معنی لغت میں تلاش کریں اور لکھیں:

غیرت وحمیت۔ عزم۔ جنگجو۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔ عہدہ برآ ہونا۔ دل جمعی۔ معرکہ۔
خوش تدبیری۔ دنگ رہ جانا۔ اوسان خطا ہونا۔

۴۔ واحد کی جمع اور جمع کے واحد لکھیں:

واقعات، خاتون، حالات، فوج، لفظ، عزم۔

سرگرمی:

کرنل شیر خان کے علاوہ کسی اور قومی ہیرو کے بارے میں دو پیراگراف تحریر کریں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ ہر طالب علم سے اس کے پسندیدہ قومی ہیرو کے بارے میں پوچھیں۔

☆ طلبہ کو بتائیں کہ کرنل شیر خان کے علاوہ اور کس کس نے ''نشان حیدر'' حاصل کیا۔

خیبر پختونخوا

خاص الفاظ و تراکیب:	تدریسی مقاصد:
باشعور۔ کھنڈرات۔ سکالر۔ تاریخ دان۔ آئین۔ فعال۔	☆ اپنے صوبے کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔ ☆ ملکی ترقی میں صوبوں کے کردار کو اُجاگر کرنا۔ ☆ بچوں کو رموزِ اوقاف سے روشناس کرانا۔

پاکستان کے چار صوبوں میں ایک اہم صوبہ خیبر پختونخوا ہے۔ یہاں کے باشعور اور بہادر عوام نے تحریکِ پاکستان کے لیے ریفرنڈم میں نہ صرف پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا بلکہ آزادیِ کشمیر کے لیے، کشمیر جا کر جنگ لڑی۔ اس کے علاوہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں یہاں کے لوگوں نے بھر پور حصّہ لیا۔ نوشہرہ چھاؤنی میں موجود مقامی سپاہیوں نے بغاوت کر کے اس جنگ کا آغاز کیا اور یہ جنگ پشاور، مردان اور قبائلی علاقوں تک پھیل گئی۔ یہاں کے غیور باشندوں نے انگریزوں کے خلاف بھرپور جنگ لڑی اور اُنھیں شدید نقصان پہنچایا۔ صوبہ خیبر پختونخوا تاریخی لحاظ سے بھی اہم اور کئی تہذیبوں کا امین ہے۔ مانسہرہ میں اشوکِ اعظم کے کتبے، تخت بھائی میں ''بدھ مت کے کھنڈرات اور سکندرِ اعظم'' کے زمانے کے آثار اب تک محفوظ ہیں، جو ملکی اور غیر ملکی سکالروں اور تاریخ دانوں کے لیے خاص طور پر کشش کا باعث ہیں۔

انگریزی دورِ حکومت میں اسے صوبہ پنجاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا۔ ۱۹۳۵ء میں ایک ایکٹ کے ذریعے اسے الگ صوبے کا درجہ دیا گیا۔ یہ صوبہ پاکستان کے شمال مغرب میں واقع

ہے اس لیے اس صوبے کو شمال مغربی سرحدی صوبہ (NWFP) کہتے تھے۔ اب اس صوبے کا نام بدل کر خیبر پختونخوا رکھ دیا گیا ہے۔ اس صوبے کا کل رقبہ ۷۴،۵۲۱ مربع کلومیٹر ہے۔ اس صوبے کی آبادی تقریباً ایک کروڑ دو لاکھ ہے۔

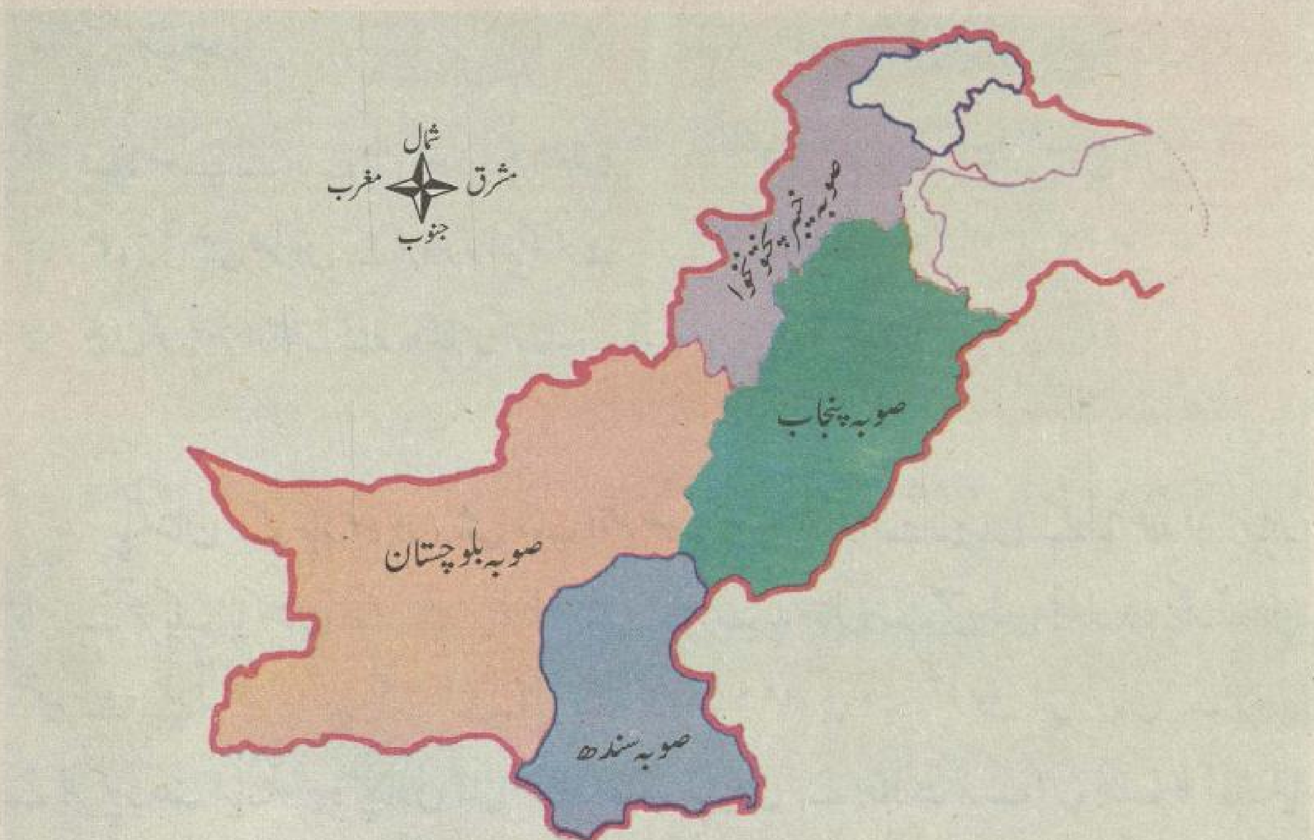

یہاں کی تقریباً ننانوے عشاریہ پانچ فیصد آبادی کا مذہب اسلام ہے۔ یہاں کی آبادی کی اکثریت کی مادری زبان پشتو ہے۔ اس کے علاوہ ہندکو، سرائیکی، کوہستانی اور چترالی یہاں کی بڑی اور اہم زبانیں ہیں۔ اس صوبے کی سرحدیں شمال مغرب میں تاریخی درّۂ خیبر کے راستے افغانستان، شمال مشرق میں گلگت بلتستان، مشرق میں کشمیر، جنوب مغرب میں قبائلی علاقہ جات، جنوب میں بلوچستان، جنوب مشرق میں پنجاب اور اسلام آباد سے ملتی ہیں۔ پشاور کو کوہاٹ سے ملانے والی سرنگ ''دوستی ٹنل'' پاک چین دوستی کی عظیمُ الشّان مثال ہے۔ خیبر پختونخوا کا صدر مقام پشاور، اس صوبے کا سب سے بڑا شہر ہے۔ جبکہ صوبے کا گرمائی صدر مقام ایبٹ آباد ہے۔

خیبر پختونخوا چوبیس اضلاع پر مشتمل ہے۔ ان میں پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان، بنّوں، کوہاٹ، ایبٹ آباد وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔صوبے کے بعض حصّے قبائلی علاقہ جات پر مشتمل ہیں۔ ان قبائلی علاقوں میں پاکستانی قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ جرگہ سسٹم کے تحت ان کے اپنے قوانین ہوتے ہیں، لیکن قبائلی عوام خود کو پاکستان کا لازمی جزو سمجھتے ہیں اور وقت پڑنے پر وطن کے دفاع کے لیے ہراول دستے کا کردار ادا کرتے ہیں۔

آئینِ پاکستان کی رُو سے صوبے کا انتظامی سربراہ وزیرِ اعلیٰ ہوتا ہے۔ صوبے کی اپنی قانون ساز اسمبلی اور عدالتِ عالیہ (ہائی کورٹ) ہے۔ گورنر صوبے کا آئینی سربراہ اور وفاق کا نمائندہ ہوتا ہے۔صوبائی محکمے صوبائی وزیروں کی نگرانی میں کام کرتے ہیں ۔ ان کی مدد کے لیے ہر محکمے میں انتظامی افسران ہوتے ہیں۔

صوبے کے شمالی علاقے سرد علاقوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہاں کے کچھ علاقوں کا درجۂ حرارت سردیوں میں منفی دس سے بھی کم ہو جاتا ہے، جبکہ گرمیوں میں یہاں کا درجۂ حرارت تقریباً پینتیس تک ہوتا ہے۔ جبکہ یہاں کے جنوبی اضلاع بے حد گرم ہیں اور گرمیوں میں ان کا درجۂ حرارت تقریباً پچاس تک ہوتا ہے۔صوبہ خیبر پختونخوا کے شمالی علاقے خوب صورتی اور دلکشی میں اپنی مثال آپ ہیں۔گرمیوں کے موسم میں نہ صرف پورے ملک بلکہ دُنیا بھر سے سیّاح یہاں آتے ہیں اور یہاں کے موسم اور قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔سوات، بحرین، کالام، ایبٹ آباد، گلیات، کاغان اور ناران وغیرہ میں ہر طرف قدرتی حسن کے جلوے بکھرے پڑے ہیں۔ برف باری کے سبب ان علاقوں میں سردیوں کا دورانیہ ملک کے دیگر علاقوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔سڑکوں کے جال بچھنے اور سہولیات میسر آنے کی وجہ سے اب اکثر لوگ سردیوں میں برف باری سے لطف اندوز ہونے کے لیے بھی ان علاقوں کا رُخ کرتے ہیں۔اب تو سوات کے ایک مقام مالم جبّہ میں سکائنگ (Skiing) کے مقابلے بھی ہوتے

ہیں۔اس کے علاوہ صوبے کے جنوب میں واقع کچھ علاقے مثلاً ہنگو اور پاڑا چنار بھی، سرد موسم اور خوب صورت قدرتی مناظر کی بدولت سیاحوں کے لیے اہم مقامات بن سکتے ہیں۔

پاکستان کے دیگر صوبوں کی طرح، صوبہ خیبر پختونخوا میں بھی تعلیم کے شعبے پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔حکومت کی کوشش ہے کہ صوبے کا کوئی بچہ زیورِ تعلیم سے محروم نہ رہے۔اس مقصد کے لیے تمام چھوٹے بڑے شہروں اور دیہات میں سکولوں اور کالجوں کا جال بچھایا جا رہا ہے۔ان تعلیمی اداروں میں معیاری تعلیم کا خصوصی خیال رکھا جا رہا ہے۔صوبے کے ایک اہم شہر ایبٹ آباد کو تو "سکولوں کا شہر" کہا جاتا ہے۔ پورے ملک سے لوگ اپنے بچوں کو معیاری تعلیم دلانے کے لیے یہاں بھجواتے ہیں ۔صوبے کے اہم اور تاریخی تعلیمی اداروں میں ایڈورڈز کالج پشاور، اسلامیہ کالج پشاور، پشاور یونیورسٹی اور زرعی یونیورسٹی شامل ہیں۔ہائر ایجوکیشن کمیشن کی کوششوں سے صوبے بھر میں یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔

کسی بھی ملک کی ترقی میں جہاں تعلیم اہم کردار ادا کرتی ہے، وہاں صحت کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ملک کے دیگر صوبوں کی طرح صوبہ خیبر پختونخوا میں بھی صحت کا محکمہ فعال کردار ادا کر رہا ہے۔حکومت کی کوششوں سے ہر گاؤں میں بنیادی مرکز صحت (BHU) قائم کیے گئے ہیں اور ہر ضلعے کی سطح پر تمام سہولیات سے آراستہ ہسپتال موجود ہیں۔اس کے علاوہ خواتین اور بچّوں کی صحت پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔

صوبہ خیبر پختونخوا کی کثیر آبادی دیہات میں رہتی ہے۔ ان لوگوں میں زیادہ تر کا تعلق زراعت کے پیشے سے ہے۔یہاں کی اہم پیداوار میں گنّا ،چاول، مکئی اور تمباکو شامل ہیں۔ صوبے میں نہایت اعلیٰ درجے کا تمباکو پیدا ہوتا ہے، جو دُنیا بھر میں برآمد کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ یہاں مختلف سبزیوں اور ترکاریوں کی کاشت کی جاتی ہے، جو صوبے کے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔

پاکستان کے دیگر صوبوں کے برعکس اس صوبے میں صنعتی ترقی پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی، لیکن صوبے میں اہم صنعتی ادارے موجود ہیں۔ مردان میں ایشیا کا سب سے بڑا چینی کا کارخانہ موجود ہے۔ ہری پور میں موجود ٹیلی فون انڈسٹری پورے ملک کو ٹیلی فون سیٹ اور اُس کے فاضل پُرزہ جات فراہم کرتی ہے۔ اس وقت حطار، گدون امازئی اور حیات آباد پشاور میں سیکڑوں چھوٹے بڑے کارخانے کام کر رہے ہیں، جو صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ لوگوں کو روزگار کے مواقع بھی فراہم کرتے ہیں۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیں:

ا۔ پاکستان کے کتنے صوبے ہیں۔ ان کے نام بتائیں۔

ب۔ صوبے کا انتظامی سربراہ کون ہوتا ہے؟

ج۔ صوبہ خیبر پختونخوا کا پرانا نام کیا تھا؟

د۔ صوبہ خیبر پختونخوا میں کون کون سی زبانیں بولی جاتی ہیں؟

ہ۔ ''دوستی ٹنل'' کن دو شہروں کو آپس میں ملاتی ہے؟

و۔ صوبے میں وفاق کا نمائندہ کون ہوتا ہے؟

ز۔ صوبہ خیبر پختونخوا کے چند مشہور تعلیمی اداروں کے نام لکھیں۔

۲۔ خالی جگہ پُر کریں:

ا۔ خیبر پختونخوا کا کل رقبہ.................. مربع کلومیٹر ہے۔

ب۔ ایشیا کا چینی کا سب سے بڑا کارخانہ.................. میں ہے۔

ج۔ سکائنگ کے مقابلے سوات کے.................. میں منعقد ہوتے ہیں۔

د۔ صوبہ خیبر پختونخوا کا گرمائی صدر مقام.................. ہے۔

ہ۔ دیہات میں رہنے والے زیادہ تر لوگوں کا پیشہ.................. ہے۔

۳۔ درج ذیل کے معانی لکھ کر جملے بنائیں:

باشعور۔ اکثریت۔ برآمد ۔ لازمی ۔ سیّاح۔

۴۔ درج ذیل میں سے واحد کی جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

جزو، کھنڈرات، قانون، مناظر، سہولیات، لازم۔

۵۔ درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

بہادر، اہم، اکثریت، منفی، خوب صورتی، گرم۔

۶۔ حروفِ فجائیہ اور حروفِ استفہامیہ کون سے حروف ہیں؟

سرگرمی:

صوبہ سندھ میں رہنے والے اپنے کسی دوست کو خط لکھیں اور اپنے صوبے کی تہذیب و ثقافت کے بارے میں معلومات فراہم کریں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ طلبہ کو آزاد قبائل کے بارے میں معلومات فراہم کریں۔

☆ طلبہ کو "BHU" کا مطلب بتائیں۔

☆ طلبہ کو حروفِ فجائیہ اور حروفِ استفہامیہ مثالوں کے ذریعے سمجھائیں۔

دھنک

آج بادل خُوب برسا اور برس کر کھُل گیا
بُوٹا بُوٹا ڈالی ڈالی، پتّا پتّا دُھل گیا

دیکھنا! کیا دُھل گیا سارے کا سارا آسماں
اُودا اُودا ، نیلا نیلا، پیارا پیارا آسماں

ہٹ گیا بادل کا پردہ مل گئی کرنوں کو راہ
سلطنت پر اپنی پھر خورشید نے ڈالی نگاہ

دُھوپ میں ہے گھاس پر پانی کے قطروں کی چمک
مات ہے اس وقت موتی اور ہیرے کی دَمک

دے رہی ہے لُطف کیا سر سبز پیڑوں کی قطار
اور ہری شاخوں پہ ہے رنگین پھولوں کی بہار

کیا پرندے پھر رہے ہیں چہچہاتے ہر طرف
راگنی برسات کی، خوش ہو کے گاتے ہر طرف

دیکھنا ! وہ کیا اچنبھا ہے، ارے وہ دیکھنا
آسماں پر، ان درختوں سے پرے وہ دیکھنا

NOT FOR SALE

یہ کوئی جادو ہے، یا سچ مچ ہے اک رنگین کماں
واہ وا! کیسا بھلا لگتا ہے یہ پیارا سماں

کس مصور نے بھرے ہیں رنگ ایسے خوش نما
اِس کا ہر اک رنگ ہے آنکھوں میں جیسے کُھب گیا

اِک جگہ کیسے اکٹھے کر دیے ہیں سات رنگ
شوخ ہیں ساتوں کے ساتوں اِک نہیں ہے مات رنگ

ہے یہ قُدرت کا نظارا ، اور کیا کہیے اسے؟
بس یہی جی چاہتا ہے دیکھتے رہیے اسے

ننّھے ننّھے جمع تھے پانی کے کچھ قطرے وہاں
ان پہ ڈالا عکس سورج نے، بنا دی یہ کماں

دیکھو دیکھو اب مٹی جاتی ہے وہ پیاری دَھنک
دیکھتے ہی دیکھتے گُم ہوگئی ساری دَھنک

لو ہَوا میں مل گئی، وہ سب کی سب، کچھ بھی نہیں
آنکھیں مَل مَل کر نہ دیکھو، آوٗ، اب کچھ بھی نہیں

(حفیظ جالندھری)

NOT FOR SALE

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

ا۔ اس نظم میں شاعر نے اوس کے قطروں کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

ب۔ دھنک میں کتنے رنگ ہوتے ہیں؟

ج۔ دھنک کو اور کیا کہتے ہیں؟

د۔ اس نظم کا خلاصہ تحریر کریں۔

۲۔ تیسرے، ساتویں اور نویں شعر کی تشریح کریں۔

۳۔ اس نظم میں کئی الفاظ دو دوبار استعمال ہوئے ہیں جیسے: بُوٹا بُوٹا ڈالی ڈالی وغیرہ
نظم میں سے ایسے الفاظ کے سات جوڑے تلاش کریں اور انھیں جملوں میں استعمال کریں۔

۴۔ مترادف لکھیں۔

بادل، خورشید، لطف، پیڑ، ہری، فلک ، دھنک۔

☆ گرمی کا ذکر آتے ہی تیز دھوپ گرم ہوا اور پیاس کا تصور ذہن میں آتا ہے گویا یہ تمام الفاظ ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ انھیں متلازم الفاظ کہتے ہیں۔

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ تین تین الفاظ ایسے لکھیں جو ان کے متلازم ہوں۔

برسات ۔ سردی۔ آسمان ۔ عید ۔ گاؤں۔

سرگرمی:

دھنک کی تصویر بنائیں اور اس میں رنگ بھریں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ درست تلفظ اور لب و لہجے کے ساتھ نظم کی بلند خوانی کرائیں۔

☆ متلازم الفاظ کا مفہوم واضح کریں اور بار بار مشق کرائیں۔

فطرت کے خلاف بغاوت

تدریسی مقاصد:

☆ طلبہ میں ماحول کو صاف رکھنے کا شوق پیدا کرنا۔
☆ آلودگی کے نقصانات سے آگاہ کرنا۔
☆ ماحولیات کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔
☆ طلبہ میں اپنی مدد آپ کا جذبہ پیدا کرنا۔

خاص الفاظ و تراکیب:

خُنکی ، گُنجان ، نِرالی ، عِفرِیت، سیمینار ،
ماحولیاتی آلودگی ، اوزون ، مٹرگشت ،
اجتماعی شعور ، ادراک ،
این جی اوز ، تلف۔

احمد چچا تقریباً بیس پچیس سالوں سے ملازمت کے سلسلے میں امریکہ میں مقیم ہیں۔ اِس دوران میں وہ کئی مرتبہ چھٹیوں میں وطن آچکے ہیں۔ اس مرتبہ اتفاقاً اُن کی لمبی چھٹیاں تھیں، مگر پاکستان میں شدید گرمی کا موسم تھا۔ گرمی سے گھبرا کر اُنھوں نے کچھ دن ایبٹ آباد میں رہنے کا منصوبہ بنایا اور مجھے اپنا ہم سفر بنالیا۔

احمد چچا نے بتایا کہ وہ تقریباً بیس بائیس سال بعد ایبٹ آباد جا رہے ہیں اور جب وہ پاکستان میں تھے، تو اکثر گرمیوں کی چھٹیاں وہیں گزارتے تھے کیوں کہ اُنھیں وہاں کا ماحول اور موسم بے حد پسند تھا ۔ وہ اکثر وہاں کی خاموش اور پُرسکون سڑکوں پر گھنٹوں پیدل گھومتے رہتے تھے۔

سہ پہر کے وقت ہم نے اپنی گاڑی میں سفر کا آغاز کیا۔ میں گاڑی چلا رہا تھا۔ احمد چچا میرے ساتھ ہی سیٹ پر بیٹھے، مجھے ماضی کے قصے سنا رہے تھے۔ اُنھیں یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی

کہ اب اپنے وطن میں سڑکوں کا نظام بہتر سے بہتر ہو رہا ہے۔ ورنہ پہلے تو ایک چھوٹی سی سڑک ہوتی تھی، جس پر دو طرفہ ٹریفک جاری رہتی۔ بہر حال اسی طرح گپ شپ کرتے، ہم لوگ تقریباً عشاء کی اذان تک ایبٹ آباد پہنچ گئے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی کہ احمد چچا خلافِ توقع کچھ حیرت زدہ اور خاموش سے تھے۔ میں سمجھا شاید طویل سفر سے تھک گئے ہیں، اس لیے خاموش رہا۔

ہمارا قیام ایک ریسٹ ہاؤس میں تھا۔ کمرے میں پہنچ کر ہم ستانے کے لیے اپنے اپنے بستر پر لیٹ

گئے اور کھانے کا انتظار کرنے لگے۔ اُن دنوں ایبٹ آباد کا موسم بھی گرم تھا، درجۂ حرارت تقریباً سینتیس (۳۷) ڈگری تک تھا۔ اس لیے کمرے میں پنکھا چل رہا تھا۔ احمد چچا نے پنکھے کی طرف دیکھا اور ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ چونکہ ہم دونوں تھکے ہوئے تھے، اس لیے کھانا کھا کر جلد سو گئے۔

اگلے دن ہم صبح سویرے اُٹھے۔ اب ہماری طبیعت کچھ بحال تھی۔ ہم دونوں ناشتا کرنے کے بعد مٹر گشت کرنے باہر چلے گئے۔ احمد چچا کچھ کھوئے کھوئے سے تھے اور ارد گرد کے مناظر کو حیرت اور اُداسی سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: ”کیا ہوا احمد چچا؟“

احمد چچا کہنے لگے: ’’ایبٹ آباد بہت تبدیل ہو چکا ہے، لیکن افسوس کہ یہ تبدیلی مثبت نہیں ہے۔‘‘

’’وہ کیسے احمد چچا‘‘؟ میں نے حیرت سے کہا۔

احمد چچا نے کہا، ’’جب ہم حویلیاں سے نکل آئے اور ایبٹ آباد کے قریب ہو رہے تھے، تو مجھے ہوا میں خنکی کا احساس ہونے لگا، لیکن زیادہ سردی کا احساس نہیں ہُوا۔ جب ہم ایبٹ آباد میں داخل ہوئے، تو میں نے بے تحاشا رش اور دھواں چھوڑتی گاڑیاں دیکھیں۔ کئی ایک دُکانوں میں پنکھے چلتے ہوئے نظر آئے، تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب یہ، وہ ایبٹ آباد نہیں رہا۔‘‘

’’کون سا ایبٹ آباد؟‘‘ میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

دیکھو تمھیں وہ پہاڑ نظر آ رہے ہیں ناں، یہ پہاڑ پہلے ایسے نہیں تھے۔ ان پر طویل اور گنجان درخت تھے، پائن کے ان درختوں کی ایک عجیب سی خوشبو ہوتی تھی، جو یہاں چلنے والی ہوا کے ساتھ مل کر ایک نرالی کیفیت پیدا کرتی تھی۔ دل چاہتا تھا ایک طویل سانس لیں اور ساری کی ساری ہوا اپنے سینے میں جذب کر لیں، لیکن اب تو سب کچھ بدل چکا ہے۔ سارے درختوں کا صفایا ہو چکا ہے۔ اتنی بڑی قومی دولت اور فطری اثاثہ لُٹ گیا ہے اور لگتا ہے، کسی کو پروا ہی نہیں ہے۔ آبادی میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے۔ پہلے جہاں کھیت اور درخت تھے، اب وہاں مکانات ہی مکانات ہیں۔ ہر طرف دھواں چھوڑتی گاڑیاں ہیں۔ سانس لو، تو ڈیزل کی بدبو پھیپھڑوں میں اُترتی ہے۔ آبادی میں اِضافہ تو چلو ایک قدرتی امر ہے۔ ان بیس بائیس سالوں میں آبادی میں اِضافہ تو ہونا ہی تھا، لیکن اپنے ماحول کو صاف رکھنا، اور جنگلات کی حفاظت کرنا تو انسان کے اپنے بس کی بات ہے۔ صاف ستھرا ماحول انسان اور اُس کی آنے والی نسلوں کے لیے کتنا ضروری ہے، اس کا کسی کو احساس ہی نہیں۔‘‘ احمد چچا کو دُکھی دیکھ کر میں

خاموش رہا۔ کچھ دیر بعد ہم لوگ واپس اپنے ریسٹ ہاؤس آ گئے۔ میں نے احمد چچا سے کہا: ''احمد چچا! اپنے شہر کی حالت بھی تو خراب ہوتی جا رہی ہے، وہاں تو آپ نے کبھی ایسی بات نہیں کی''۔

اُنھوں نے جواب دیا: ''ہمارے شہر کی گرمی تو ویسے ہی مشہور ہے اور اب تو وہ ایک صنعتی شہر بن گیا ہے۔ وہاں کی حالت، تو یہاں سے بھی خراب ہے ورنہ کبھی ہمارا شہر بھی پھولوں اور باغوں کا شہر کہلاتا تھا۔ مجھے اپنے شہر کی تباہ ہوتی حالت پر بھی افسوس ہوتا ہے۔ باشعور قومیں ہمیشہ اپنے ورثوں اور اپنے قدرتی ماحول کی حفاظت کرتی ہیں، مگر لگتا ہے تعلیم کی کمی اور اجتماعی شعور نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے یہاں، کسی نے اس کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔''

میں نے کہا: ''احمد چچا! ہمارے ہاں تو حکومت اور بہت سی این۔جی۔اوز (NGO's) اس مسئلے پر کام کر رہی ہیں۔ ہر سال بہار اور برسات میں شجر کاری مہم چلائی جاتی ہے اور اس معاملے میں وہ حکومت سے تعاون کر رہی ہیں۔ ماحولیاتی آلودگی پر سیمینار اور واک کا اہتمام بھی کرتی ہیں۔''

احمد چچا نے کہا: ''ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ اب اتنا شدید ہو چکا ہے کہ اب یہ حکومت اور NGOs کے بس کی بات نہیں رہی۔ اب تو یہ پوری دُنیا کا مسئلہ بن چکی ہے۔

میں نے پوچھا: ''احمد چچا! آپ تو امریکہ میں رہتے ہیں، کیا وہاں بھی یہی حالت ہے''

احمد چچا بولے: ''میں نے کہا ناں کہ ماحولیاتی آلودگی اس وقت پوری دُنیا کا مسئلہ بن چکی ہے۔ امریکہ کے لوگ بھی اس مسئلے کی سنگینی کا احساس رکھتے ہیں، لیکن ایک عالمی سروے کے مطابق امریکہ اس وقت پوری دُنیا میں آلودگی پھیلانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔''

مجھے احمد چچا کی بات سُن کر حیرت ہوئی، میں نے سوال کیا: ''ماحولیاتی آلودگی کے آخر

نقصانات کیا ہیں؟"

احمد چچا بولے: "یہ سوال بڑا بنیادی ہے۔ پہلے یہ سوال ہے کہ ماحول کیا ہے؟ ہمارے اردگرد کی چیزیں ہمارا ماحول ہے۔ ہمارا شہر یا گاؤں، وہاں کا موسم یا درجۂ حرارت، وہاں کے میدان ، دریا، درخت اور جنگل یہ سب ہمارا ماحول ہے۔اسی ماحول میں انسان رہتا ہے اور اس میں نسلِ انسانی کی بقا ہے۔اگر اس ماحول میں بگاڑ پیدا ہو یا اس ماحول کو مصنوعی طریقے سے تبدیل کیا جائے، تو اِس سے ماحولیاتی آلودگی پیدا ہوتی ہے۔"

میں نے کہا،" ماحول میں بگاڑ کیسے پیدا ہوتا ہے؟"

احمد چچا بولے: انسان نے مختلف تجربات ،ایجادات اور صنعتیں لگا لگا کر قدرتی ماحول کو تباہ کر دیا۔

مختلف زہریلی گیسوں کی قدرتی ہوا میں آمیزش سے فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ اینٹوں کے بھٹوں میں اینٹیں بنانے کے لیے گاڑیوں کے ٹائر جلائے جاتے ہیں، جن کے سیاہ دھوئیں سے نہ صرف پوری فضا کالی اور بد بو دار ہو جاتی ہے، بلکہ

مضرِ صحت گیس پوری فضا میں پھیل جاتی ہے۔ کارخانوں اور گاڑیوں کے بے ہنگم شور سے آواز کی آلودگی جنم لیتی ہے۔ اکثر کارخانے اپنے استعمال شدہ اور فالتو مواد کو (جو اکثر ٹھوس یا مائع کیمیائی مرکبات کی شکل میں ہوتے ہیں) ندی نالوں میں چھوڑ دیتے ہیں، جس سے آبی آلودگی پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بہت سے آبی جانور ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔"

احمد چچا کی باتیں سُن کر مجھے تشویش ہو رہی تھی، میں نے کہا:" جس طرح ہم سانس لے کر کاربن ڈائی آکسائڈ خارج کرتے ہیں اور پودے کاربن ڈائی آکسائڈ کو دوبارہ آکسیجن میں تبدیل کر لیتے ہیں، تو کیا یہ زہریلی گیسیں آکسیجن یا کسی کارآمد گیس میں تبدیل نہیں ہو سکتیں؟"

احمد چچا نے جواب دیا:" قدرت نے یہ عمل صرف پودوں اور انسان تک رکھا ہے، اِس کے علاوہ اور ساری گیسیں مثلاً کلورین، فلورین، سلفر وغیرہ فضا میں مستقل رہتی ہیں، جو تیزابی بارش کا سبب بنتی ہیں۔ اس وقت تیزابی بارشیں بہت سے ممالک کے لیے مسئلہ بنی ہوئی ہیں۔ یہ بارشیں انسانوں، جانوروں، پودوں اور آبی مخلوق، سب کے لیے بے حد خطرناک ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ گیسیں ایسی ہیں، جو اوزون کی تہ کو مسلسل نقصان پہنچا رہی ہیں۔

"اوزون کسے کہتے ہیں احمد چچا؟"

اللہ تعالیٰ نے فضا میں ایک خاص بلندی پر ایک قدرتی تہ بنائی ہے، جسے اوزون کہتے ہیں۔ یہ تہ زمین کی قدرتی محافظ ہے، کیونکہ یہ سورج سے خارج ہونے والی خطرناک شعاعوں کو روکتی ہے اور درجۂ حرارت کو ایک خاص حد سے زیادہ بڑھنے نہیں دیتی۔ سائنس دانوں کے مطابق اس وقت تک اوزون کی تہ میں متعدد سوراخ ہو چکے ہیں، جن سے سورج کی بنفشی شعاعیں زمین میں داخل ہو رہی ہیں۔ یہ شعاعیں مختلف بیماریاں پھیلاتی ہیں، جن میں جلد کا سرطان بھی شامل ہے۔ ان شعاعوں سے زمین کا درجۂ حرارت بھی بڑھ رہا ہے، قطبین پر پڑی برف پگھل رہی ہے اور سمندروں کی سطح بلند ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے بہت سے جزائر ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو چکا ہے۔"

''یہ تو بہت خطرناک صورتِ حال ہے۔ بتائیے ان حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں''
میں نے سوال کیا؟ تو احمد چچا نے کہا؛

''چونکہ اس ساری تباہی کا ذمہ دار انسان ہے اس لیے انسان کو قدرت کے آسرے پر نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ خود اس کا علاج کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے تو درختوں کی بے دریغ کٹائی سے گریز کرنا ہوگا اور نئے درخت اُگانا اور اُن کی نشوونما کا خیال رکھنا ہوگا۔ گاڑیوں کا بے تحاشا استعمال ترک کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ ماحول کو سازگار رکھنے کے لیے پولی تھین بیگ جسے ہم اور آپ شاپر یا شاپنگ بیگ، کہتے ہیں، کا استعمال بھی ترک کرنا ہوگا''۔

میں نے کہا: ''پلاسٹک کے تھیلوں سے کیا نقصان ہوتا ہے؟''

''اگر پلاسٹک بیگ کو استعمال کے بعد صحیح طریقے سے تلف کیا جائے، تو کوئی نقصان نہیں ہوتا، لیکن اس کو استعمال کے بعد نالیوں میں پھینک دینا بے حد نقصان دہ ہے۔

اس ملک میں چار موسم ہیں، اس کی زمینیں سال میں دو دو اور کہیں تو تین تین فصلیں پیدا کرتی ہیں۔ اس ملک کے درجۂ حرارت میں اسّی درجے تک کا فرق آتا ہے، اگر سبی اور نوابشاہ میں پچاس درجہ حرارت ہے تو اُسی وقت سیاچن اور گلگت سکردو میں منفی بیس درجہ حرارت ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ ملک کہیں تو سطح سمندر کے برابر اور کہیں سطح سمندر سے بلند ترین ہے۔ یہ ملک قدرتی وسائل سے مالامال ہے اور کئی قسم کی معدنیات یہاں پائی جاتی ہیں۔ یہاں ہر طرح کا پھل، سبزی، میوہ پایا جاتا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ نہ صرف ان وسائل سے فائدہ اُٹھائیں بلکہ ان کی حفاظت بھی کریں، اگر ہم اپنے ماحول کی حفاظت کریں گے تو یہ سب وسائل محفوظ رہیں گے۔ ماحول کی حفاظت صرف حکومت یا NGO's کا کام نہیں بلکہ یہ اس وطن کے ایک ایک فرد کی ذمہ داری ہے۔ اگر کارخانے دار کوئی کارخانہ لگاتے ہوئے، صرف اپنے منافع کے بارے میں نہ سوچے بلکہ ملک کا بھی سوچے اور فاسد مواد کے لیے ٹریٹمنٹ پلانٹ بھی

لگائے، تو ہمارے دریا آلودہ نہ ہوں گے۔ صوتی آلودگی یا شور سے محفوظ رہنے کے لیے دُنیا بھر میں قاعدہ ہے کہ ایسے کارخانے، جن میں مشینوں کا بے حد شور ہو، شہر سے باہر بنائے جاتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ماحول کو فطرت کے قریب رکھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ درخت لگانے چاہییں ۔ درختوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ زمین کی زرخیزی کو قائم رکھتے ہیں۔ جہاں درخت نہیں ہوتے وہاں کی زرخیز مٹی بارش یا سیلاب کے پانی میں بہ جاتی ہے اور وہاں فصلوں کی کاشت پر فرق پڑتا ہے، جبکہ درخت کی جڑیں زمین کو مضبوطی سے جمائے رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ دھواں چھوڑتی گاڑیاں ماحول کے لیے نقصان دہ ہیں۔ اپنی گاڑی کو درست حالت میں رکھنا ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔''

میں چُپ بیٹھا احمد چچا کی باتیں سُن رہا تھا، جبکہ احمد چچا مجھے غور سے دیکھ رہے تھے۔ پھر کہنے لگے: ''کیا سوچ رہے ہو؟''

میں نے کہا: '' احمد چچا میں سوچ رہا ہوں کہ انسان نے اپنے ہاتھوں اپنی بربادی کا اچھا خاصا انتظام کر رکھا ہے۔''

''ہاں! لیکن اطمینان کی بات یہ ہے کہ انسان کے پاس ابھی بھی اس کا علاج اور ازالہ کرنے کا وقت موجود ہے۔ بس اس کے لیے شعور کی ضرورت ہے۔ اس کام میں دوسروں پر انحصار کرنے کی بجائے، اپنے حصّے کا کام جہاں تک ہو سکے نہایت ذمہ داری سے کرنا چاہیے۔ تم نے احمد فراز کا ایک شعر تو سُنا ہی ہوگا ۔

شکوۂ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصّے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

اب دوپہر کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے اور ہمیں گرمی محسوس ہو رہی تھی۔ میں اُٹھا اور سوئچ بورڈ کے پاس جا کر پنکھا تیز کر دیا۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

ا۔ ایبٹ آباد پہنچ کر احمد چچا کیوں حیرت زدہ اور خاموش ہو گئے؟

ب۔ ماحول کسے کہتے ہیں؟

ج۔ ماحول میں بگاڑ کیسے پیدا ہوتا ہے؟

د۔ تیزابی بارش سے کیا مراد ہے؟

ہ۔ اوزون کسے کہتے ہیں؟

و۔ انسان اپنے ماحول کو بہتر بنانے کے لیے کیا کر سکتا ہے؟

ز۔ پلاسٹک کے تھیلے کس طرح ماحولیاتی آلودگی کا سبب بنتے ہیں؟

۲۔ مضمون کے آخر میں مصنف نے جو شعر لکھا ہے اس کا مفہوم بتائیں۔

۳۔ جملے بنائیں:

مقیم۔ ماحول۔ پرسکون۔ خلافِ توقع۔ خشکی۔ گُنجان۔ افزائش۔

۴۔ مترادف لکھیں۔

آغاز۔ خوشی۔ سرد۔ قریب۔ پہاڑ۔ باشعور۔ کڑوا۔

۵۔ جملے درست کریں:

☆ پاکستان میں گرمی کا موسم طویل ہوتی ہے۔

☆ ہم شام کے وقت کراچی پہنچ گیا۔

☆ مجھے اس کی بات پر بہت حیرت ہوا۔

☆ اپنے ماحول کی حفاظت ہم سب کا ذمہ داری ہے۔

☆ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

۶۔ درج ذیل میں سے ہر لفظ کے پانچ پانچ متلازم لکھیں:

پکنک، دفتر، شہر، ٹریفک حادثہ۔

سرگرمی:

طلبہ اپنے جاننے والوں کو ماحولیاتی آلودگی کے نقصانات سے آگاہ کریں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ طلبہ میں ماحولیاتی آلودگی کے بارے میں شعور اجاگر کریں۔

☆ انھیں بتائیں کہ شور کی آلودگی کس طرح ماحول اور انسانی صحت کو برباد کر دیتی ہے۔

☆ طلبہ کو اوزون کے بارے میں معلومات فراہم کریں۔

☆ طلبہ کو NGOs کا مفہوم سمجھائیں۔

بارش کا پہلا قطرہ

تدریسی مقاصد:

☆ نیکی کرنے کی ترغیب دینا۔

☆ اتفاق کی برکت بیان کرنا۔

☆ اچھے کام میں پہل کرنے پر آمادہ کرنا۔

☆ منظر سے محظوظ کرانا۔

خاص الفاظ و تراکیب:

بوند۔ ستیاناس۔ سرگوشیاں۔ شناور۔

پچر پچر۔ موسلا دھار۔ نہال۔ مُحیط۔

گھنگھور گھٹا تُلی کھڑی تھی
پر بوند ابھی نہیں پڑی تھی
ہر قطرے کے دل میں تھا یہ خطرہ
ناچیز ہوں میں حقیر قطرہ
تر مجھ سے کسی کا لب نہ ہوگا
میں اور کی گوں نہ آپ جوگا
کیا کھیت کی میں بجھاؤں گا پیاس
اپنا ہی کروں گا ستیاناس
آتی ہے مجھے برسنے سے شرم
مٹی، پتھر، تمام ہیں گرم
کس برتے پہ میں کروں دلیری
میں کون ہوں، کیا بساط میری
ہر قطرے کے دل میں تھا یہی غم
سرگوشیاں ہو رہی تھیں باہم

کھچڑی سی گھٹا میں پک رہی تھی
کچھ کچھ بجلی چمک رہی تھی
اک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور
ہمت کے محیط کا شناور
بولا للکار کر کہ آؤ
میرے پیچھے قدم بڑھاؤ
کر گزرو جو ہو سکے احسان
ڈالو مردہ زمین میں جان
یارو ! یہ ہچر مچر کہاں تک
اپنی سی کرو! بنے جہاں تک
کہتا ہوں یہ سب سے برملا میں
آتے ہو تو آؤ، لو چلا میں
یہ کہہ کے وہ ہوگیا روانہ
دشوار ہے جی پہ کھیل جانا
دیکھی جرأت جو اس سخی کی
دو چار نے اور پیروی کی
پھر ایک کے بعد ایک لپکا
قطرہ قطرہ زمین پر ٹپکا
آخر قطروں کا بندھ گیا تار
بارش لگی ہونے موسلا دھار
پانی پانی ہوا بیاباں
سیراب ہوئے چمن، خیاباں
تھی قحط سے پائمال خلقت
اس مینہ سے ہوئی نہال خلقت
(اسمٰعیل میرٹھی)

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

ا۔ ہر قطرے کے دل میں کیا خطرہ تھا؟

ب۔ قطروں کو زمین پر گرنے کی ہمت کس نے دلائی؟

ج۔ قطروں کے برسنے سے پہلے زمین کی کیا حالت تھی؟

د۔ قطروں کے لگاتار برسنے سے زمین اور خلقت پر کیا اثر ہوا؟

ہ۔ اس نظم کا مرکزی خیال بیان کریں۔

۲۔ معنی لغت میں تلاش کر کے لکھیں:

گھنگھور گھٹا۔ حقیر۔ ستیاناس۔ بساط۔ سرگوشی۔ محیط۔ نہال۔

۳۔ متضاد لکھیں:

خوشی۔ بزدل۔ تنگ۔ حیوان۔ گرم۔ سچا۔ قدیم۔

۴۔ جملے بنائیں:

خطرہ ، حقیر ، للکارنا ، برملا ، پیروی ، خلقت ، دشوار

۵۔ اس شعر کی نثر لکھیں :

دیکھی جرأت جو اس سخی کی　　　　دو چار نے اور پیروی کی

سرگرمی :

☆ بچے بارش کے متلازم الفاظ کی فہرست بنائیں۔

☆ پرنسپل کے نام تین دن کی چھٹی کی درخواست لکھیں۔

ہدایت برائے اساتذہ :

☆ نظم کی بلند خوانی کرائیں، تاکہ طلبہ اشعار کو درست تلفظ اور لہجے کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ روانی سے پڑھنے کے قابل ہو جائیں۔

☆ طلبہ کو بارش کے فوائد سے آگاہ کریں۔

☆ طلبہ کو درخواست لکھنے کا طریقہ سکھائیں۔

طبیعیات

تدریسی مقاصد:

☆ سائنسی علوم سے دلچسپی پیدا کرنا۔

☆ طبیعیات سے متعارف کرانا۔

☆ روزمرہ زندگی میں طبیعیات کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔

☆ طلبہ میں مشاہدات کے ذریعے نتیجہ اخذ کرنے کی عادت پیدا کرنا۔

خاص الفاظ و تراکیب:

سنسان۔ سَراب۔ کششِ ثقل۔ متعیّن۔ پیش گوئی۔ بے تحاشا۔ نظم و ضبط۔ نظامِ شمسی۔ مزاحمت۔

سخت گرمی کا موسم تھا اور دوپہر کا وقت، یمنیٰ اپنے ابّو کے ساتھ اسلام آباد جا رہی تھی۔ یمنیٰ کے ابو مکینکل انجینئر تھے۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ بے حد دوستانہ رَوَیّہ رکھتے تھے اور اُن کے ہوم ورک وغیرہ میں اُن کی مدد کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ کھیل کھیل اور گپ شپ میں بچوں کو بہت مفید معلومات فراہم کرتے رہتے تھے۔ اُنھیں اسلام آباد میں کچھ کام تھا، جسے مکمل کر کے، شام تک واپس پشاور آنا تھا، اس لیے وہ یمنیٰ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ آج چھٹی کا دن تھا، اس لیے سڑک بالکل سنسان تھی۔ ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ یمنیٰ گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھی سامنے سڑک کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اچانک اُسے یوں محسوس ہوا جیسے کچھ فاصلے پر سڑک پر بے تحاشا پانی ہے۔ یمنیٰ کو بڑی حیرت ہوئی۔ اُس نے ابو سے پوچھا: ''ابو سڑک پر اتنا پانی کہاں سے آیا''؟

ابو نے ہنستے ہوئے جواب دیا: ''یمنیٰ یہ پانی نہیں، اسے سراب کہتے ہیں۔'' یمنیٰ نے

NOT FOR SALE

پوچھا: ''ابو! سراب کیا ہوتا ہے''؟

ابو نے کہا؛ ''بیٹی! تم اسے نظر کا دھوکا بھی کہہ سکتی ہو''۔ یمنیٰ نے پھر سوال کیا۔ ''نظر کیسے دھوکا کھا سکتی ہے؟'' ابو نے کہا: ''بیٹی! اگر تم گاڑی کی کھڑکی سے نیچے سڑک کی طرف دیکھو، تو یوں لگے گا جیسے گاڑی اپنی جگہ پر کھڑی ہے اور سڑک پیچھے کی طرف دوڑ رہی ہے۔ حالانکہ سڑک اپنی جگہ پر ہے، ہم آگے کی طرف جا رہے ہیں۔ اسی طرح سراب بھی نظر کا دھوکا ہے''۔

اسی اثنا میں گاڑی وہاں تک پہنچ چکی تھی، جہاں یمنیٰ کو پانی نظر آیا تھا۔ وہاں سڑک صاف اور خشک تھی، یمنیٰ کو پھر سامنے کچھ فاصلے پر سڑک گیلی نظر آئی، یمنیٰ نے کہا، ''ابو پھر سامنے پانی نظر آ رہا ہے''۔

ابو نے جواب دیا؛ ''بیٹی! اسی طرح محسوس ہوگا کہ جوں جوں ہم آگے کی طرف بڑھتے چلے جائیں گے، پانی بھی ہم سے دور ہوتا جائے گا، اسی کو سراب کہتے ہیں''

''ابو! سراب کیسے بنتا ہے؟''

''بیٹا! جب تم نویں جماعت میں جاؤ گی اور فزکس پڑھو گی، تو سمجھ میں آجائے گا۔ لیکن ایک مثال میں بتاتا ہوں۔ ایک بالٹی لو اور اسے آدھا پانی سے بھرلو، پھر بالٹی کی تہِ کے عین درمیان میں ایک سکہ رکھ دو اور ذرا سا ترچھا ہو کر سِکے کی طرف دیکھو، تو تمھیں سِکہ اور بالٹی کی تہِ ٹیڑھے نظر آئیں گے''

''ہاں! میں نے دیکھا ہے، لیکن اس کی وجہ کیا ہے؟''

''جب بڑی کلاسوں میں فزکس پڑھو گی، تو یہ ساری باتیں سمجھ میں آجائیں گی''۔

''فزکس کسے کہتے ہیں؟''

''بیٹی یہ دراصل سائنس کی ایک شاخ ہے۔ اسے اُردو میں طبعیات اور انگریزی میں فزکس (Physics) کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات خاص اصول و ضوابط کے تحت بنائی

NOT FOR SALE

ہے۔ اس وسیع کائنات میں موجود ستاروں، سیّاروں، زمین اور نظامِ شمسی میں ایک خاص نظم و ضبط رکھا گیا ہے اور ان تمام اشیا کی گردش اور حرکت کے اصول وضع کیے گئے ہیں۔ اس زمین پر کچھ قدرتی عوامل ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً: بارش کا ہونا، دِن رات کا چکّر، موسموں کی تبدیلی، آواز اور روشنی کیا ہیں؟ زلزلے کیوں اور کیسے آتے ہیں؟ ان اصولوں اور ضابطوں کو جاننے کا نام طبیعیات ہے۔ دوسرے الفاظ میں طبیعیات دراصل کائنات میں موجود تمام مادی اشیا کے بارے میں بنیادی علم کا نام ہے۔''

ابو! ہم نے سائنس میں پڑھا ہے کہ مادہ وہ چیز ہے، جو وزن رکھے اور جگہ گھیرے۔ ٹھوس مائع اور گیس مادے کی تین حالتیں ہیں اور سراب صرف نظر کا دھوکا ہے، حقیقت نہیں۔ یہ تو غلط ہوا ناں!''

''واہ! آپ تو بڑی سمجھ دار ہوگئی ہیں۔ بالکل ٹھیک۔ دراصل سراب تو نظر کا دھوکا ہے، لیکن سراب کی وجہ طبیعیات یا فزکس سے معلوم کی جاتی ہے۔''

اچھا ابو! آپ نے کہا کہ پوری کائنات کا بنیادی علم طبیعیات کہلاتا ہے، تو یہ سورج چاند ستاروں اور سیّاروں کا علم کیسے مہیا کرتا ہے، جو زمین سے لاکھوں کروڑوں میل دور ہیں؟''

ابو نے جواب دیا: ''بہت سے تجربات اور مشاہدات کے بعد فزکس نے کچھ اصول، نظریے اور کُلیے متعیّن کیے ہیں، جن کی مدد سے معلوم کیا جاتا ہے کہ سورج اور دیگر ستاروں، سیّاروں کا زمین سے کتنا فاصلہ ہے۔ چاند اور دیگر مصنوعی سیّارے زمین کے گرد کس اصول کے تحت گردش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ طبیعیات کی مدد سے ہم زمین کا وزن بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ فزکس ہمیں بتاتی ہے کہ وزن کیا ہے اور کیوں ہے یا میدانی علاقے کے مقابلے میں پہاڑی علاقوں میں وزن کم کیوں ہو جاتا ہے۔''

''کیا!! یعنی اگر ہم ایک کلو آٹا پہاڑ پر لے جائیں تو وہ کم ہو جائے گا؟''

ابو نے ہنستے ہوئے جواب دیا:''نہیں، کلوگرام کو وزن نہیں بلکہ کمیت یا (Mass) کہتے ہیں۔ وزن کا تعلق زمین کی کششِ ثقل سے ہوتا ہے۔ جانتی ہو کششِ ثقل کسے کہتے ہیں؟''

''ہاں ابو! زمین کے مرکز میں ایک خاص قوت ہے، جو ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے''

''شاباش! ہمارے اردگرد پھیلی ہوئی ساری ترقی اور سہولیات دراصل طبیعیات ہی کی وجہ سے ہیں۔ ان میں اہم چیزیں پہیّا اور لیور ہیں۔ جدید دَور میں برقی رَو، مختلف قسم کی گاڑیاں، طیّارے، ٹیلی وژن، ٹیلی فون، موبائل فون، ائیر کنڈیشنر، فریج اور فریزر وغیرہ۔ یہ سب ایجادات فزکس کے کمالات ہیں۔ اچھا! یہ تو بتاؤ کہ جہاز ہوا میں کیسے اُڑتا ہے؟''

''بس اُڑتا ہے۔''

یمنیٰ نے سادگی سے جواب دیا۔

ابو ہنسنے لگے اور پھر سمجھایا: ''اُڑنے کا شوق انسان کو قدیم زمانے سے تھا۔ انسان نے اُڑنے کے لیے طرح طرح کے تجربات کیے۔ پرندوں کا مشاہدہ کیا اور پھر فزکس کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچے کہ پرندے جب اُڑتے ہیں، تو اُن کے جسم کے نیچے ہوا کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے اور جسم کے نیچے ہَوا کا دباؤ زیادہ رکھنے میں اِن کے پَر اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی اصول کے مطابق ہوائی جہازوں کو پَر لگائے گئے، جن کی وجہ سے نہ صرف جہاز اُڑتے ہیں، بلکہ ہوا میں بھی اپنا توازن قائم رکھتے ہیں۔

یمنٰی حیرت سے ابو کی طرف دیکھ رہی تھی اور ابو مسکراتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

''اسی طرح بڑے بڑے سمندری جہاز پانی میں تیرتے رہتے ہیں۔''

یمنٰی نے کہا: ''پھر تو فزکس بڑے کام کا مضمون ہے۔''

ابو بولے: ''ہاں اور اسی طرح سائنس دانوں نے روشنی اور آواز پر بھی تجربات کیے ہیں۔ چلو ایک اور سوال پوچھتا ہوں، روشنی اور آواز، دونوں میں کس کی رفتار زیادہ تیز ہے۔''

اس سوال نے ایک بار پھر یمنٰی کو سوچنے پر مجبور کیا، لیکن کوئی جواب ذہن میں نہ آیا۔

ابّو نے کہا: ''چلو میں ایک اشارہ دیتا ہوں، بارش کے دِنوں میں جب گرج چمک ہوتی ہے، تو پہلے بجلی کی چمک نظر آتی ہے، یا بادلوں کی گرج سُنائی دیتی ہے؟''

''پہلے چمک نظر آتی ہے، پھر کچھ دیر کے بعد بادل گرجتے ہیں''

''یمنٰی آپ نے جو کہا، فزکس کی اصطلاح میں اسے مشاہدہ کہتے ہیں اور اس مشاہدے کی رُو سے معلوم ہوا کہ روشنی کی رفتار آواز کی رفتار سے زیادہ ہے۔ دراصل بادلوں میں آواز اور چمک اکٹھی پیدا ہوتی ہے، لیکن ہم تک پہلے روشنی اور پھر آواز پہنچتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روشنی کی رفتار آواز کی رفتار سے زیادہ ہے''

''ابو! اِن تجربات کا آخر فائدہ کیا ہے''

ابو بولے: ''تجربات کے کئی فائدے ہیں۔ اس دُنیا میں جتنی ترقی ہوئی ہے، اس کی بنیاد علم پر ہے اور علم کی بنیاد تجربے اور مشاہدے پر ہے۔ آج آپ کے گھر میں ٹیلی وژن اور موبائل فون موجود ہیں، کسی زمانے میں ان کا تصور تک نہیں تھا۔ اگر آج سے سو سال پہلے وفات پانے والا شخص ابھی زندہ ہو کر یہ سب چیزیں دیکھے، تو شاید حیرت سے دوبارہ مر جائے یا اسے جادو سمجھے۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس دانوں نے روشنی اور آواز پر تجربات کیے۔ ان کی ماہیت اور خصوصیات معلوم کیں، تب کہیں جا کر اس قابل ہوئے کہ ٹیلی فون اور ٹیلی وژن بنا سکیں، جن سے ہم اور آپ فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ پتا ہے ٹیلی وژن اور ٹیلی فون کا کیا مطلب ہے؟''۔

''آپ بتائیں ناں ابو'' یمنیٰ بولی۔

ابو نے بتایا: ''ٹیلی کا مطلب ہے دُور، وژن کا مطلب ہے، دیکھنا اور فون کا مطلب ہے، سُننا۔ یہ تینوں دراصل یونانی الفاظ ہیں۔ ٹیلی وژن کا مطلب ہُوا ایسا آلہ، جس سے دور کی تصویر یا منظر دیکھ سکیں اور ٹیلی فون کا مطلب ہے ایسا آلہ، جس کی مدد سے دُور کی آواز سُنی جا سکے۔'' یمنیٰ نے ابو کی بات اُچک لی۔

ابو بولے: ''اچھا! آواز کی طاقت اور شدت کے بارے میں ایک دلچسپ بات بتاؤں؟''

''وہ کیا؟''

''جس وقت فوجی پریڈ کرتے ہوئے جاتے ہیں اور راستے میں کوئی پُل آجائے، تو فوجی پریڈ کرتے ہوئے پُل پار نہیں کرتے، بلکہ عام چال سے پُل پار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فوجیوں کے پیروں کی دھمک کی فریکوئنسی اتنی شدید ہوتی ہے کہ اس سے پُل کے ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کا علم انسان کو مختلف تجربات کے بعد ہُوا ہے۔

یمنیٰ بولی: ''اچھا ابو کیا سائنس، صرف فزکس یا طبعیات ہی ہے یا اور علوم بھی سائنس

کہلاتے ہیں؟

ابو نے کہا، ''سائنس کی مختلف شاخیں ہیں، جن میں بڑی بڑی تحقیقات اور تخلیقات ہوئی ہیں، لیکن ان سب کے لیے بنیادی معلومات فزکس ہی مہیا کرتی ہے۔''

''مثلاً؟''

''مثلاً محکمۂ موسمیات ہی کو لے لو۔ اب تو ماہرینِ موسمیات موجود ہیں، جو بارشوں، برف باری، طوفان اور سیلاب وغیرہ کی پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ یہ بھی فزکس کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس کے علاوہ گاڑیاں بنانے کے مختلف کارخانے ہیں، جن میں مختلف قسم کے ایندھن استعمال ہوتے ہیں۔ ایندھن کی ساری قسمیں دراصل سائنس کی ایک اور شاخ، کیمیا (chemistry) سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن ہر طرح کے ایندھن کے لیے انجن کو ڈیزائن کرنا طبیعیات کا کرشمہ ہے۔ اچھا ایک اور بات بتاؤ، یہ ہر سال جب گاڑی کے ماڈل بدلتے ہیں، تو گاڑی کا ڈیزائن اور شکل وصورت کیوں بدل جاتی ہے۔''

''تاکہ گاڑی پہلے سے مختلف اور خوبصورت نظر آئے۔''

ابّو ایک بار پھر ہنسے اور کہا: ''یہ بات آپ کو بھائی سے پوچھنی چاہیے تھی، کیوں کہ وہ گاڑیوں میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔ چلو میں آپ کو بتا دیتا ہوں، آپ بھائی سے بھی پوچھ لیں۔ نئے ماڈل کی گاڑیوں میں ایک تو یہ کوشش کی جاتی ہے کہ پہلی گاڑیوں کی نسبت اس میں ایندھن کم استعمال ہو اور زیادہ فاصلہ طے کریں۔ اس کے لیے ایک تو انجن میں تبدیلی کی جاتی ہے۔ دوسرا گاڑی کے ڈیزائن میں بھی تبدیلی کی جاتی ہے۔''

''ڈیزائن تبدیل کرنے سے ایندھن میں بچت کیسے ہو سکتی ہے؟'' یمنٰی نے اپنی دانست میں بڑی عقل مندی کا سوال کیا۔

''ہاں! یہی تو بات ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم پیدل سڑک پر جا رہی ہو اور مخالف سمت

سے تیز ہوا چل رہی ہو، تو تم آسانی سے پیدل چلتی جاؤ گی یا مشکل پیش آئے گی؟''

''مشکل پیش آئے گی''

''اسی طرح جب گاڑی تیز چلتی ہے، تو ہوا گاڑی کی راہ میں مزاحمت پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ سپیڈ قائم رکھنے کے لیے گاڑی کے انجن کو زور لگانا پڑتا ہے، جس سے ایندھن زیادہ خرچ ہوتا ہے، اس لیے گاڑیوں کو ایسے ڈیزائن کیا جاتا ہے کہ وہ ہوا کو آسانی سے کاٹ سکیں۔ اس طرح گاڑی تیز بھی چلتی ہے اور ایندھن بھی کم خرچ ہوتا ہے۔''

یمنٰی نے کہا: ''ابو! یہ فزکس ہے یا جادو؟''

''ہاں بیٹی! اگر طبیعیات کا علم نہ ہوتا، تو شاید سائنس ہی نہ ہوتی۔ بلکہ زیادہ مناسب بات، تو یہ ہے کہ انسان جاہل رہتا۔ وہ قدرتی آفات وعوامل وغیرہ کو قدرتی عوامل سمجھنے کی بجائے، جن بھوت کے کارنامے سمجھتا اور بہت سی بیماریوں اور مسائل کو جادو ٹونہ اور تعویذ گنڈے کا اثر سمجھتا۔ دُنیا کی سائنسی اور معاشرتی ترقی، ایجادات اور دیگر علوم، سب میں علمِ طبیعیات کارفرما ہے۔

کچھ دیر کے لیے یمنٰی اور ابو دونوں خاموش ہو گئے۔ سامنے سڑک پر اب بھی پانی نظر آرہا تھا، لیکن اب یمنٰی اس کی حقیقت کو سمجھ چکی تھی۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

ا۔ سراب کسے کہتے ہیں؟

ب۔ کششِ ثقل سے کیا مراد ہے؟

ج۔ جب مخالف سمت سے تیز ہوا چل رہی ہو، تو چلنا کیوں مشکل ہوتا ہے؟

د۔ طبیعیات کے عِلم سے ہمیں کون کون سے فائدے حاصل ہوتے ہیں؟

ہ۔ ہوائی جہاز کس اصول کے تحت ہوا میں پرواز کرتا ہے؟

۲۔ متلازم الفاظ سے کیا مراد ہے؟ درج ذیل الفاظ کے تین تین متلازم لکھیں اور انھیں جملوں میں استعمال کریں:

سکول۔ ہسپتال۔ ریلوے سٹیشن۔ رمضان۔

وہ فعل جس کا فاعل معلوم ہو "فعل معروف" کہلاتا ہے۔ جیسے:

جاذب نے خط لکھا۔

یمنٰی نے کتاب پڑھی۔

وہ فعل جس کا فاعل معلوم نہ ہو "فعل مجہول" کہلاتا ہے۔ جیسے:

خط لکھا گیا۔

کتاب پڑھی گئی۔

۳۔ درج ذیل جملوں کو فعل مجہول میں تبدیل کریں :

☆ خوشحال نے دروازے پر دستک دی۔

☆ ڈرائیور نے بس چلائی۔

☆ خزینہ نے چولہے میں آگ جلائی۔

☆ مہمان خصوصی نے فیتہ کاٹا۔

☆ منعم نے مٹھائی بانٹی۔

۴۔ مترادف لکھیں:

دوست۔ مفید۔ سُنسان۔ دھوکا۔ اشیا۔ برق۔ قوت۔ پرواز۔

سرگرمی :

سبق میں دی گئی مثالوں کے علاوہ کوئی سی تین چیزوں کی نشاندہی کریں، جو فزکس کے اصول پر کام کرتی ہوں۔

ہدایت برائے اساتذہ :

☆ فزکس یا طبیعیات کو سمجھنے کے لیے طلبہ کو مزید آسان مثالیں دیں۔

☆ طلبہ کو بتائیں کہ فزکس یا طبیعیات ہماری زندگی میں کہاں کہاں کارفرما ہے۔

تحریکِ پاکستان میں خواتین کا کردار

تدریسی مقاصد:

☆ طلبہ اور بالخصوص طالبات میں سیاسی شعور بیدار کرنا۔

☆ تحریکِ پاکستان میں حصہ لینے والی خواتین کو خراجِ تحسین پیش کرنا۔

☆ طلبہ کو مشکل حالات میں عملی جدوجہد کا درس دینا۔

خاص الفاظ وتراکیب:

جِدّ وجُہد۔ پَرورش وپَرداخت۔ اَن تھک۔ مُنعقِد۔ صَعوبَتیں۔ جذبۂ حُرّیت۔ سول نافرمانی۔

کسی بھی ملک یا قوم کی آبادی میں تقریباً پچاس فیصد حصّہ خواتین کا ہوتا ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جو قومیں خواتین کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم رکھتی ہیں، انھیں زندگی کی دوڑ اور ملکی وملّی ذمہ داریوں میں حصّہ دار نہیں بننے دیتیں، وہ ترقی سے محروم رہ جاتی ہیں۔ اسی لیے قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے جب تحریکِ آزادی کی قیادت سنبھالی، تو اس بات پر زور دیا کہ خواتین بھی آزادی کی اس جِدّ وجہد میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں اور یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ ایک موقع پر قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا:

”کوئی قوم اپنی عظمت کی بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتی، جب تک اس کی خواتین قومی جِدّ وجہد میں پہلو بہ پہلو شامل نہ ہوں۔ ہم لوگ بُری رسموں کا شکار ہیں.......... مگر میں جو کہتا ہوں، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مغربی زندگی کی برائیوں کی نقل کریں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اپنی عورتوں کا مرتبہ اسلامی تصوّرات اور معیار کے مطابق بلند کریں۔.......... آپ اپنی عورتوں کی رفاقت، زندگی کے ہر شعبے میں حاصل کریں اور مغربی سوسائٹی کی بداعمالیوں سے اپنا دامن

بچائے رکھیں۔ عورت اگر خود جاہل و بے خبر ہو، تو آپ اس سے یہ توقع کبھی نہیں کر سکتے کہ وہ آپ کے بچوں کی پرورش و پرداخت صحیح طریقے پر کرے گی۔ عورت ہی میں یہ صلاحیت اور قوت ہے کہ وہ بچوں کی پرورش اور پرداخت صحیح رخ پر کرے۔"

قائدِاعظم نے اس بات کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لیے سیاسی امور میں اپنی بہن محترمہ فاطمہ جناحؒ کو ہمیشہ اپنے ساتھ شریک رکھا۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ نے تحریک آزادی میں اپنے کردار و عمل سے ثابت کر دکھایا کہ اگر عورتیں اپنی ملّی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور انھیں پورا کرنے کے لیے کام کریں، تو قوم ہر قسم کے حالات اور مشکلات کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ نے قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی دیکھ بھال اور ان کی مدد کرنے کے لیے اَن تھک کوشش کی۔ وہ قائدِ اعظم کی مضبوط اور پُر عزم شخصیت کے پیچھے ایک خاموش طاقت تھیں۔ انھوں نے ہر مرحلے میں قائدِاعظم کا ساتھ دیا۔ انھوں نے برِصغیر پاک و ہند کی مسلمان خواتین اور مسلم طالبات کو منظّم کر کے اُن میں سیاسی شعور بیدار کیا اور مسلم لیگ کی کارکن خواتین کو قائدِاعظم کے پیغامات اور ہدایات کی روشنی میں رہنمائی فراہم کی، لیکن اپنے لیے کوئی عہدہ قبول نہیں کیا اور اپنی پوری زندگی قومی مقاصد کے لیے وقف کر دی۔ قوم نے محترمہ فاطمہ جناحؒ کی ان عظیم خدمات کے اعتراف میں آپ کو "مادرِ ملّت" کا خطاب دیا۔

۲۳/مارچ ۱۹۴۰ء کو قراردادِ پاکستان منظور ہونے کے بعد مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لیے اپنی جدوجہد تیز تر کر دی تھی۔ اس وقت تک آزادی کے راستے پر مَردوں کے

ساتھ ساتھ بہت سی خواتین بھی قدم رکھ چکی تھیں۔ چنانچہ پٹنہ میں جب مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی، تو محترمہ فاطمہ جناح کے علاوہ ملک کے دور دراز علاقوں سے خواتین کی بڑی تعداد نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس موقع پر خواتین کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔ بیگم وقار النساء نون اور بہت سی دیگر خواتین نے مل کر مسلم لیگ کے مقاصد کو اجاگر کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ان کارکن خواتین نے پورے ملک کا دورہ کیا۔ خواتین میں آزادی کا شعور بیدار کیا۔ مسلم لیگ کے اجلاس منعقد کیے اور خواتین کو مسلمانوں کے لیے ایک آزاد مملکت کی ضرورت اور اہمیت کا احساس دلایا۔

بیگم محمد علی پہلی خاتون تھیں، جو مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کی رکن بنیں۔ وہ ایک پڑھی لکھی اور باپردہ خاتون تھیں۔ انھوں نے مسلم لیگ کی تمام کانفرنسوں اور جلسوں میں حصّہ لیا۔ وہ بہت اچھی مقرّرہ تھیں۔ جب قراردادِ پاکستان منظور ہوئی، تو وہ برِصغیر پاک و ہند کی مسلم خواتین کی نمائندگی کر رہی تھیں۔

بیگم محمد علی کے علاوہ کئی دیگر خواتین نے مسلم لیگ کے لیے ملک کے مختلف حصّوں میں اہم خدمات انجام دیں۔ پنجاب میں بیگم مراتب علی نے خواتین کی ایک کمیٹی تشکیل دی۔ سیکڑوں خواتین اس کمیٹی کی رکن بنیں۔ فاطمہ بیگم اس کمیٹی کی جنرل سیکریٹری تھیں۔ وہ ایک بہادر اور پڑھی لکھی خاتون تھیں۔ اسی طرح سندھ میں بیگم نصرت ہارون نے مسلمانوں کی سیاسی بیداری میں اہم کردر ادا کیا۔

قیامِ پاکستان سے قریباً ڈیڑھ برس پہلے قائدِاعظم نے دہلی میں خواتین کا ایک اجلاس بلایا۔ اس تاریخی اجلاس میں، جس قدر زیادہ تعداد میں خواتین شامل ہوئی تھیں، اس سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اب مسلمان عورت بیدار ہو چکی ہے۔ اس موقع پر قائدِاعظم نے خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”مجھے خواتین کے متحد ہونے پر بے حد خوشی ہوئی ہے۔ دراصل خواتین کا یہ اتحاد اور تنظیم ہی کامیابی کی منزل تک پہنچائے گی“۔

فروری ۱۹۴۷ء میں پنجاب میں مسلم لیگ نے خضر حکومت کے خلاف سِوَل نافرمانی کی تحریک کا آغاز کیا۔ اس موقع پر ملک کے تمام صوبوں سے خواتین بڑی تعداد میں لاہور آئیں اور سول نافرمانی کی تحریک میں بھرپور حصّہ لیا۔ مسلم خواتین ہر روز جلوس نکالتیں اور احتجاجی جلسے منعقد کرتی تھیں۔ اس دوران ان خواتین کو طرح طرح کے مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ ان پر لاٹھی چارج ہوا، آنسو گیس کے گولے برسائے گئے۔ انھیں قید و بند کی صعوبتیں اٹھانا پڑیں۔ حکومت نے بہت سی خواتین اور طالبات کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا، لیکن اس سے بھی خواتین کے جذبۂ حُریّت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ خواتین میں سے ایک لڑکی نے کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سول سکرٹریٹ کی عمارت پر چڑھ کر یونین جیک اتار پھینکا اور اس کی جگہ مسلم لیگ کا پرچم لہرایا۔ معاملہ یہیں تک رکا نہیں، بلکہ جیل میں داخل ہونے والی بہادر خواتین میں سے ایک خاتون نے جیل کی عمارت پر چڑھ کر یونین جیک کی جگہ مسلم لیگ کا پرچم لہرادیا۔

دوسرے صوبوں کی خواتین کی طرح، صوبہ سرحد کی مسلم خواتین نے بھی تحریکِ پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ بیگم قاضی امیر احمد خان نے پشاور میں زنانہ مسلم لیگ کا دفتر قائم کیا۔ بیگم کمال الدین، بیگم زری سرفراز، بیگم شیریں وہاب، بیگم ممتاز جمال، بیگم نذیر طلا محمد اور بیگم سردار حیدر جعفری نے صوبے کی خواتین کو منظّم کیا۔ انھیں تحریک آزادی کے مقاصد سے روشناس کیا۔ کانگریسی حکومت کے خلاف سِوَل نافرمانی کی تحریک میں حصّہ لیا۔ بیگم نذیر طلا محمد اور بیگم سردار حیدر جعفری نے سول سکرٹریٹ پشاور سے یونین جیک اتار کر سبز ہلالی پرچم لہرایا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی پشاور آمد پر پچاس ہزار برقعہ پوش خواتین نے جلوس نکال کر مسلم لیگ اور

پاکستان کے حق میں نعرے لگائے۔

خواتین کی اس جدوجہد کی بدولت قیامِ پاکستان سے چندہ ماہ قبل، جب عام انتخابات منعقد ہوئے، تو مسلم لیگ نے ان انتخابات میں واضح اکثریت حاصل کر کے مسلمانوں کے لیے حصولِ پاکستان کا راستہ ہموار کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد خواتین کی ملّی خدمات کے اعتراف کے طور پر پہلی قانون ساز اسمبلی میں ان کے لیے دو نشستیں مختص کی گئیں۔ بیگم شائستہ اکرام اللہ اور بیگم جہاں آرا شاہ نواز ان نشستوں پر اسمبلی کی ممبر منتخب ہوئیں۔ اسی طرح جب اقوامِ متحدہ میں پاکستان کا پہلا نمائندہ وفد بھیجا گیا تو اس وفد میں ایک خاتون بیگم سلمیٰ تصدق حسین کو بھی شامل کیا گیا تھا۔قیامِ پاکستان کی تاریخ میں ان خواتین کی عملی جدوجہد کو ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

ا۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح اس بات پر زور کیوں دیتے تھے کہ خواتین تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیں؟

ب۔ محترمہ فاطمہ جناح نے ملک و ملت کے لیے کیا خدمات انجام دیں؟

ج۔ دہلی کے اجلاس میں قائدِ اعظم محمد علی جناح نے کس بات پر خوشی کا اظہار کیا تھا؟

د۔ فروری ۱۹۴۷ء میں خضر حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک کے دوران خواتین کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا؟

NOT FOR SALE

ہ۔ سول نافرمانی کی تحریک کے دوران خواتین نے پنجاب میں کیا کارنامے انجام دیے؟

و۔ صوبہ سرحد کی ان خواتین میں سے چند کے نام بتائیں، جنھوں نے تحریک آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا؟

ز۔ صوبہ سرحد کی خواتین نے سول نافرمانی کے دوران کیا کارنامے انجام دیے؟

۲۔ درست الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں:

ا۔ قیام پاکستان کے بعد خواتین کی خدمات کے اعتراف کے طور پر اسمبلی میں ان کے لیے .... نشستیں مختص کی گئیں۔

(ایک، دو، تین، چار)

ب۔ قرار دادِ پاکستان کی منظوری کے وقت خواتین کی نمائندگی .... نے کی۔

(بیگم زری سرفراز ، بیگم محمد علی ، بیگم شیریں وہاب ، بیگم سردار حیدر)

ج۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے پہلے نمائندہ وفد میں ایک خاتون .... بھی شامل تھیں۔

(بیگم شائستہ اکرام اللہ ، بیگم جہاں آرا شاہ نواز ، بیگم سلمٰی تصدق حسین ، بیگم ممتاز جمال)

د۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی پشاور آمد کے موقع پر .... برقعہ پوش خواتین نے جلوس نکالا۔

(۲۰ ہزار، ۳۰ ہزار، ۴۰ ہزار، ۵۰ ہزار)

۳۔ اعراب لگائیں:

منعقد۔ مقابلہ۔ مضبوط۔ شعور۔ منظم۔

NOT FOR SALE

۴۔ جملے بنائیں:

تاریخ۔ محروم۔ حصے دار۔ قیادت۔ پہلو بہ پہلو۔ توقع۔ نمونہ۔ پُرعزم۔

۵۔ متضاد لکھیں:

جاہل۔ مضبوط۔ زندگی۔ باپردہ۔ آزادی۔ زنانہ۔ اکثریت۔ اقرار۔

سرگرمی:

زندگی کے کسی بھی میدان میں نمایاں کارنامے انجام دینے والی پانچ خواتین کے نام لکھیں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ سبق کی اچھی طرح سے بلند خوانی کرائیں۔

☆ طلبہ کو بتائیں کہ کسی بھی ملک یا قوم کی آزادی اور ترقی میں خواتین کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

مُسدّس حالیؔ

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ ، وہ کیا تھا
جہاں سے الگ ، اِک جزیرہ نما تھا
زمانے سے پیوند ، جس کا جُدا تھا
نہ کشورستاں تھا ، نہ کشور کُشا تھا

تمدّن کا اس پر پڑا تھا ، نہ سایہ
ترقی کا تھا واں قدم تک ، نہ آیا

چلن اُن کے جتنے تھے ، سب وحشیانہ
ہر اِک لُوٹ اور مار میں تھا ، یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان ، کا زمانہ
نہ تھا ، کوئی قانون کا تازیانہ

وہ تھے قتل و غارت میں ، چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں ، بے باک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز، جو اَڑ بیٹھتے تھے
سلجھتے نہ تھے، جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں، لڑ بیٹھتے تھے
تو صدہا قبیلے، بگڑ بیٹھتے تھے

بلند ایک ہوتا تھا گر، واں شرارا
تو اس سے بھڑک اٹھتا تھا، ملک سارا

کہیں تھا، مویشی چَرانے پہ جھگڑا
کہیں پہلے، گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جُو کہیں، آنے جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے، پلانے پہ جھگڑا

یونہی روز ہوتی تھی، تکرار اُن میں
یونہی چلتی رہتی تھی، تلوار اُن میں

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کریں:

الف۔ شاعر نے عربوں کے چلن کو وحشیانہ کیوں کہا ہے؟

ب۔ عرب میں دو اشخاص کی لڑائی کا کیا نتیجہ نکلتا تھا؟

ج۔ شاعر نے عربوں کی قتل و غارت گری کی وجہ سے اُنھیں کس سے تشبیہ دی ہے؟

د۔ حالی نے مسدس کے ان اشعار میں عرب کے زمانہ جاہلیت کی جو تصویر کشی کی ہے اسے اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

ہ۔ ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم'' کے موضوع پر تین پیراگراف کا مضمون تحریر کریں۔

۲۔ مسدّس کے تیسرے بند کی تشریح کریں۔

۳۔ جملے بنائیں:

چرچا ، تمدّن ، پیوند ، یگانہ ، قتل و غارت ، اڑ بیٹھنا ، تکرار۔

۴۔ اس نظم میں سے پانچ محاورے تلاش کر کے جملے بنائیں۔

۵۔ مصرعے مکمل کریں۔

☆ نہ ٹلتے تھے ہرگز جو ______ بیٹھتے تھے

☆ ترقی کا تھا واں ______ تک نہ آیا

☆ فسادوں میں کٹتا تھا ان کا ______

☆ تو ______ قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے

☆ یونہی روز ہوتی تھی ______ ان میں

سرگرمی:

اسلام آنے کے بعد عرب معاشرے میں جو تبدیلیاں آئیں، اُنھیں تقریر کے انداز میں اپنے استاد اور ہم جماعتوں کو سنائیں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ مسدس کی بلند خوانی کرائیں۔

☆ طلبہ کو بتائیں کہ ان اشعار میں بیان کردہ برائیوں کے علاوہ اور کون کون سی برائیاں اس معاشرے میں پائی جاتی تھیں۔

☆ طلبہ کو بتائیں کہ اسلام آجانے کے بعد عرب معاشرے میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

مُثبَت سوچ

تدریسی مقاصد:

☆ طلبہ میں مُثبَت سوچ پیدا کرنا۔

☆ زندگی کے منفی رویّوں کی اصلاح کا شعور اجاگر کرنا۔

☆ زبان شناسی کی صلاحیت پیدا کرنا۔

خاص الفاظ و تراکیب:

دھکم پیل۔ جَمِ غفیر۔ کوفت ۔ مطلُوبہ ۔
زیبرا کراسنگ۔ شرمسار۔ چھینا جھپٹی۔
اجتماعی زیاں۔

یاسر سکول جانے کے لیے بس سٹاپ پر کھڑا تھا۔ بس سٹاپ پر بہت بھیڑ تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ آج پھر سکول سے دیر ہو جائے گی۔ اس سے پہلے دو بسیں آئیں، مگر وہ کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ یاسر نے چڑھنے کی کوشش کی تھی لیکن لوگوں کی دھکم پیل کی وجہ سے نہ چڑھ سکا۔

آخر بہت دیر کے بعد دُور سے ایک بس آتی دکھائی دی۔ یاسر تیار ہو رہا تھا کہ اس بار ضرور گھس جاؤں گا۔ بس جیسے ہی آ کر رُکی، ایک جمِ غفیر اس پر ٹوٹ پڑا۔ ہر شخص بس میں گھُسنے کی فکر میں تھا۔ کسی کو بڑے چھوٹے کا لحاظ نہ تھا۔ ہر کوئی دوسرے کو دھکیل کر خود بس میں گھُسنے کے چکر میں تھا۔ یاسر بھی ایک بھاری بستے کا بوجھ لیے، کسی نہ کسی طرح دروازے کے ساتھ لٹک گیا اور بس چل پڑی۔ یاسر سوچ رہا تھا کہ کتنا اچھا ہو اگر بس سٹاپ پر قطار بنالی جائے اور ہر شخص اپنی باری پر بس میں سوار ہو۔ اس طرح کسی کو کوفت نہ ہوگی۔ کسی کا وقت ضائع نہیں ہوگا۔ دھکے نہیں لگیں گے اور بعد میں آنے والے، پہلے بس میں سوار نہ ہوں گے۔ لیکن یہ تو صرف یاسر کی سوچ تھی ۔ اس پر عمل کون کرتا۔

بس میں گنجائش سے زیادہ مسافر بھرے ہوئے تھے۔ ڈرائیور کے اردگرد بھی بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ اسے بس چلانے میں دِقّت ہو رہی تھی۔ بس تقریباً رینگتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ بہت دیر کے بعد بس نے اسے مطلوبہ سٹاپ پر پہنچا دیا۔ سڑک کی دوسری جانب یاسر کا سکول تھا۔ وہ سڑک پار کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ٹریفک کا سیلاب دیکھ کر رُک جاتا تھا۔ اگرچہ اس جگہ زیبرا کراسنگ بنی ہوئی تھی۔ سڑک کے کنارے بورڈ لگا تھا: ”آگے سکول ہے، آہستہ چلیے“ لیکن اسے کون دیکھتا۔ کسی کو پیدل چلنے والوں کا خیال تک نہ تھا۔ موقع ملتے ہی یاسر نے تیزی سے دوڑ کر سڑک پار کی اور ہانپتا ہُوا سکول میں داخل ہوا۔ دیر ہو چکی تھی، وہ سیدھا اپنی جماعت کی طرف دوڑا، مگر اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ چاروں شانے چت زمین پر گر پڑا۔ جسم کو سہلاتے ہوئے اُٹھا، تو اس نے فرش پر کیلے کا چھلکا دیکھا، کچھ فاصلے پر کوڑا دان رکھا تھا، جس پر لکھا تھا ”مجھے استعمال کیجیے“ مگر کسی کو کیا پڑی تھی کہ اس جملے پر غور کرتا۔ جماعت میں داخل ہوا، تو ماسٹر صاحب نے دیر سے آنے پر ڈانٹا۔ وہ شرمسار ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور کام میں مصروف ہو گیا۔

پیریڈ ختم ہونے کی گھنٹی بجی۔ ماسٹر صاحب چلے گئے۔ جماعت میں بے ہنگم شور ہونے لگا۔ دیر سے آنے کی وجہ سے جو کام یاسر سے رہ گیا تھا اسے پورا کرنے کی کوشش کی مگر اس ہنگامے میں کام کیسے ہو سکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ ہم جماعت کے کمرے میں خاموشی سے کیوں نہیں بیٹھتے؟ وہ لائبریری چلا گیا۔ یہاں بھی طالب علم باتیں کر رہے تھے، حالانکہ لائبریری کے وسط میں رکھی ہوئی میز پر ایک چھوٹی سی تختی پر لکھا تھا: ”باتیں کرنا منع ہے“۔ تنگ آکر وہ لائبریری سے نکل گیا۔ اسے پیاس لگی تھی، کولر کے پاس پہنچا، تو ہر طالب علم پہلے پانی پینے کی کوشش میں کولر پر گرا جا رہا تھا۔ بڑی مشکل سے گلاس یاسر کے ہاتھ لگا، تو پانی پینا اس کے لیے مشکل ہو گیا۔ چھینا جھپٹی کی وجہ سے آدھا پانی اس کے کپڑوں پر گر گیا۔ کپڑے جھاڑتا ہوا

وہ اس بھیڑ سے نکلا۔ اگلے پیریڈ کی گھنٹی بجی اور وہ جماعت کے کمرے میں آ گیا۔

ڈیڑھ بجے چھٹی کی گھنٹی بجی، تو سب بچے دروازے کی طرف بھاگے، جیسے ان سب کو قید سے رہائی ملی ہو۔ سب نے دروازے پر ہلّہ بول دیا۔ کوئی کسی کا پاؤں کچل رہا تھا، تو کوئی کسی کے کپڑے کھینچ رہا تھا۔ گیٹ کے پاس ہی ایک تختی پر لکھا تھا: ''پڑھ لکھ کر مُہذّب کہلاؤ''۔

پیدل چلنے والے بچ بچ کر سڑک کے کنارے چل رہے تھے، اس لیے کہ فٹ پاتھ پر لوگوں نے ٹھیلے لگا رکھے تھے یا دکانیں سجالی تھیں۔ گاڑیاں نکلنے کے لیے مجبوراً ہارن بجا رہی تھیں۔ سامنے سڑک کے کنارے ہسپتال تھا اور اس کے ساتھ ہی بورڈ پر ''ہارن بجانا منع ہے'' کا نشان بنا ہوا تھا۔ سڑک کی دوسری جانب کوڑے کا ڈھیر تھا، جس کی بدبو پوری فضا کو متاثر کر رہی تھی۔

یاسر گھر پہنچا، کھانا کھانے سے فارغ ہو کر سو گیا۔ سہ پہر کے وقت اس کی امّی نے اسے ایک قریبی بینک میں بل جمع کرانے کے لیے بھیجا۔ بنک کی کھڑکی کے سامنے ایک لمبی قطار تھی۔ یاسر قطار کے آخر میں کھڑا ہو گیا۔ وقت گزرتا گیا، مگر قطار وہیں کی وہیں تھی۔ اس لیے کہ لوگ بعد میں آ کر بھی قطار میں گُھسے جا رہے تھے۔ کوئی اعتراض کرتا، تو لڑنے جھگڑنے پر اُتر آتے۔ آخر ایک گھنٹے کے بعد یاسر کی باری آئی، تو بل جمع کرنے والا شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ چائے پینے میں مصروف ہو گیا۔ یاسر کو یہ دیکھ کر بہت غصہ آیا، کیونکہ باہر درجنوں افراد کھڑے تھے، لیکن وہ شخص چائے پینے کے بعد گپ شپ میں مصروف تھا۔ اسے دوسروں کے وقت کا کوئی احساس نہ تھا۔ یاسر سوچنے لگا کہ اکثر لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے، اگر وہ شخص اپنا ایک منٹ ضائع کر رہا ہے، تو باہر کھڑے درجنوں لوگوں کے درجنوں منٹ ضائع ہو رہے ہیں، لیکن اسے وقت کے اس اجتماعی زیاں کا کوئی افسوس نہیں ہے۔

بل جمع کروا کر وہ گھر کی طرف روانہ ہوا، تو اس نے دیکھا کہ بازار میں مختلف قسم کی دکانیں، غیر ملکی سامان سے بھری ہوئی ہیں۔ لوگ خریداری کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ سوچنے لگا کہ ہم لوگ اپنے ملک کی بنی ہوئی اشیا پر غیر ملکی چیزوں کو کیوں ترجیح دیتے ہیں۔

ایسی ہی باتیں سوچتا ہوا، یاسر گھر پہنچ گیا۔ نماز پڑھ کر سکول کا کام کیا۔ اس کی چھوٹی بہن ٹیلی وژن دیکھ رہی تھی۔ ٹی وی پر اشتہار چل رہا تھا، ''اپنے گھر کے فالتو بلب بجھادیں''۔ یاسر نے دیکھا کہ اس کے گھر میں بھی بہت سی فالتو بتیاں روشن ہیں۔ اس نے اٹھ کر تمام فالتو بلب بُجھا دیے اور فالتو پنکھے بھی بند کر دیے۔ باورچی خانے میں چولہا یونہی جل رہا تھا، اسے بجھا دیا۔ کتنی بُری بات ہے کہ ہم اپنی تھوڑی سی غفلت کے باعث ملک و قوم کا بہت بڑا نقصان کرتے رہتے ہیں۔ اس نے سوچا، اگر ہم چاہیں تو تھوڑا سا محتاط ہو کر اپنے کاموں میں نظم و ضبط پیدا کر سکتے ہیں۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

(ا) زندگی میں نظم و ضبط نہ ہونے سے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

ب۔ نظم و ضبط کی ضرورت کہاں کہاں پڑتی ہے؟

ج۔ جس طرح یاسر ہر بات پر غور کر رہا تھا کیا آپ بھی اس طرح سوچتے ہیں؟

د۔ زندگی میں پیدا ہونے والے مسائل کے بارے میں سوچ کر آپ نے انھیں ختم کرنے کے لیے کیا اقدامات کیے۔ بیان کریں۔

۲۔ اگر آپ نے کبھی بس کے ذریعے سفر کیا ہے؟، تو اس کی روداد لکھیں۔

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کے معنی لکھیں اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں:

ہلّہ بولنا۔ جمِ غفیر۔ دھکم پیل۔ ٹوٹ پڑنا۔ کھچا کھچ۔ چھینا جھپٹی۔ چاروں شانے چت۔

۴۔ جملے درست کریں:

☆ یاسر بس کی انتظار کر رہا تھا۔

☆ بس چلانے میں ڈرائیور کو دقت پیش آرہا تھا۔

☆ شام کو وہ اٹھا اور نماز پڑھا۔

☆ اس کا بہن ٹیلی وژن دیکھ رہی تھی۔

☆ اگر بس سٹاپ پر قطار بنا لیا جائے تو کتنا اچھا ہو۔

☆ ہمیں وقت کا قدر کرنا چاہیے۔

۵۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ بس سٹاپ، بنک یا ڈاکخانے میں ہمیں انتظار کرنا چاہیے:

اپنے دوست کا۔ باری کا۔

اپنے بھائی کا۔ اپنے ساتھی کا۔

☆ مختلف جگہوں پر ہدایات کے بورڈ لگائے جاتے ہیں:

خوبصورتی کے لیے۔ عمل کرنے کے لیے۔

محفوظ ہونے کے لیے۔ عبرت کے لیے۔

☆ پھل وغیرہ کھا کر چھلکے پھینکنے چاہییں:

سڑک پر۔ بس میں ۔

کوڑا دان میں۔ گلی میں۔

☆ لائبریری میں آ کر:

باتیں کرنی چاہییں۔ خاموش رہنا چاہیے۔

ہنستے رہنا چاہیے۔ گھومتے رہنا چاہیے۔

☆ گھر کے فالتو بلب بجھادیں تا کہ:

بجلی کی بچت ہو۔ تاریکی ہوجائے۔

پتا چلے یہاں کوئی نہیں رہتا۔ مہمان نہ آئیں۔

سرگرمی :

ا۔ اپنے سکول میں لگے مختلف بورڈ پڑھیں اور ان پر عمل کریں۔

۲۔ ہم اپنی سہولت کے بارے میں تو سوچتے ہی ہیں۔ آپ ان چیزوں کی فہرست بنائیں، جن سے ہم دوسروں کو سہولت دے سکتے ہیں۔

ہدایت برائے اساتذہ :

☆ سبق میں جن باتوں کی نشاندہی ہوئی ہے ۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی بے ضابطگیاں ہماری زندگی اور معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔ طلبہ کو ان سے آگاہ کریں اور ان کی ذہنی تربیت کریں کہ وہ دوسروں کی بھلائی کے بارے میں بھی سوچیں۔

فٹ بال

تدریسی مقاصد:

☆ فٹ بال کے کھیل کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔

☆ طلبہ میں صحت مند سرگرمیوں میں حصّہ لینے کا شوق پیدا کرنا۔

خاص الفاظ وتراکیب:

جِبلّی۔ قَواعِد وضَوابِط۔ چاق چوبند۔ ازل۔

کھیل کُود کا شوق اور خواہش، ازل سے انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ نومولود بچہ جبلّی طور پر ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ جب ذرا بڑا ہوتا ہے، تو اپنے گھر کے آنگن میں دوڑنے بھاگنے کی کوشش میں کئی بار گرتا اور سنبھلتا ہے۔ کھیل سے انسان کو تفریح کے ساتھ صحت برقرار رکھنے کا موقع بھی ملتا ہے۔ یوں تو دنیا میں کئی قسم کے کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ کچھ علاقائی کھیل ہوتے ہیں، جن کی تفصیل آپ پچھلی جماعت میں پڑھ کر آئے ہیں اور کچھ کھیل صوبائی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کھیلے جاتے ہیں۔ ان میں اتھلیٹِکس، کرکٹ، ہاکی اور فٹ بال وغیرہ زیادہ مقبول ہیں۔

پاکستان میں جو کھیل زیادہ مقبول ہیں، ان میں سے ایک فٹ بال بھی ہے۔ یہ ایک سادہ اور سستا کھیل ہے۔ اس میں صرف ایک بال کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ اس کھیل میں بال کو پاؤں کے ساتھ کھیلا جاتا ہے، اس لیے اس کھیل کو ''فٹ بال'' کہتے ہیں۔

فٹ بال کھیلنے کے لیے کُھلے میدان کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سکواش یا بیڈمنٹن کی طرح کسی ہال یا کمرے میں نہیں کھیلا جاسکتا۔ فٹ بال کا میدان تقریباً سو میٹر لمبا اور پچاس میٹر چوڑا ہوتا ہے۔ میدان کے دونوں طرف لکڑی کے پول لگے ہوتے ہیں، جن کو اوپر سے بھی لکڑی

کے ذریعے جوڑا جاتا ہے۔ لکڑی کے پول سے بنا ہوا یہ دروازہ گول کہلاتا ہے، جس کی لمبائی چوبیس فٹ اور اونچائی آٹھ فٹ ہوتی ہے۔ دونوں ٹیموں کا ایک ایک کھلاڑی گول کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اُس کھلاڑی کو گول کیپر کہتے ہیں۔ مخالف ٹیم کے کھلاڑی جب بال کو کِک مار کر گول کے اندر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تو گول کیپر بال کو گول میں جانے سے روکتا ہے۔ جو ٹیم زیادہ گول کرتی ہے، وہ فاتح کہلاتی ہے۔ اگر کوئی بھی ٹیم گول نہ کر سکے تو میچ دونوں ٹیموں کے درمیان برابر رہتا ہے۔

گول کیپر سمیت ہر ٹیم میں گیارہ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ گول کیپر کی مدد اور اپنے گول کا دفاع کرنے کے لیے گول کیپر سے ذرا آگے دو اور کھلاڑی کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کو فُل بیک کہا جاتا ہے۔ فل بیک سے ذرا اور آگے تین کھلاڑی موجود ہوتے ہیں جو "ہاف بیک"

کہلاتے ہیں۔ ان کھلاڑیوں کا کام مخالف ٹیم کے حملے کو روکنا اور ان سے بال چھین کر اپنے کھلاڑیوں کی طرف بڑھانا ہوتا ہے۔

گول کیپر، فُل بیک اور ہاف بیک کے علاوہ ہر ٹیم میں پانچ اور کھلاڑی ہوتے ہیں، جنھیں فارورڈ کہا جاتا ہے۔ یہ ہر ٹیم کے ایک لحاظ سے حملہ آور کھلاڑی ہوتے ہیں، جو اپنے ساتھیوں کو پاس دیتے ہوئے بال کو لے کر مخالف ٹیم کے گول کی طرف بڑھتے ہیں اور گول کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کھیل کی نگرانی کرنے والا شخص ریفری کہلاتا ہے۔ ریفری کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ کھیل کو قواعد وضوابط کے مطابق کِھلائے۔ ریفری کی مدد کے لیے دو اور آدمی بھی ہوتے ہیں، جن کو لائن مین یا اسسٹنٹ ریفری کہتے ہیں۔ یہ کھلاڑیوں میں نظم و ضبط برقرار رکھنے میں ریفری کی مدد کرتے ہیں۔

کھیل شروع ہونے سے قبل، جب دونوں ٹیمیں میدان میں آتی ہیں، تو کھیل شروع کرنے کے لیے ٹاس کیا جاتا ہے۔ ٹاس عموماً سِکہ اُچھال کر کیا جاتا ہے۔ جو ٹیم ٹاس جیت جاتی ہے، وہ فٹ بال کو کِک مار کر کھیل کا آغاز کرتی ہے۔ اس طرح کھیل کا آغاز ہوتا ہے۔ کھلاڑی بال کو لے کر نہایت تیزی اور پھُرتی سے اِدھر اُدھر دوڑتے اور مخالف ٹیم کے گول پر حملہ کرتے ہیں۔ ریفری بھی کھلاڑیوں کی طرح جدھر بال جاتا ہے، اُدھر دوڑتا ہے۔ اس دوران ریفری یہ بھی دیکھتا ہے کہ کوئی کھلاڑی قواعد وضوابط کی خلاف ورزی تو نہیں کر رہا ہے۔ کھیل کے دوران اگر گول کیپر کے علاوہ کسی اور کھلاڑی کا ہاتھ بال کو لگ جائے، بال میدان کے گرد لگی لائن سے باہر چلا جائے یا کوئی کھلاڑی دوسری ٹیم کے کھلاڑی کو دانستہ روکنے یا گرانے کی کوشش کرے، تو ایسی غلطی کو فاؤل کہا جاتا ہے۔ ایسی غلطی پر ریفری سیٹی بجا کر کھیل کو روک کر غلطی کرنے والی ٹیم کے خلاف دوسری ٹیم کو بال دے کر کِک مارنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسے فری

NOT FOR SALE

کک کہا جاتا ہے۔ غلطی کرنے والے کھلاڑی کو وارننگ کے طور پر ریفری پیلے رنگ کا کارڈ دکھاتا ہے۔ اگر کوئی کھلاڑی بار بار فاؤل کرے، تو پھر ریفری اس کھلاڑی کو سرخ رنگ کا کارڈ دکھا کر میدان سے باہر بھیج دیتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کی ٹیم کو صرف دس کھلاڑیوں سے کھیلنا پڑتا ہے۔

کھیل کے دوران میں چھوٹے موٹے فاؤل پر عموماً ''فری کِک' دوسری ٹیم کو مل جاتی ہے۔ البتہ گول کے قریب فاؤل کرنے پر سزا زیادہ سخت ہوتی ہے۔ ایسی غلطی پر بعض اوقات مخالف ٹیم کو ''پینلٹی کِک'' مل جاتی ہے۔ پینلٹی کِک ملنے کی صورت میں، گول میں صرف گول کیپر کھڑا ہوتا ہے۔ دوسری طرف مخالف ٹیم کا کِک لگانے کا ماہر کھلاڑی ہوتا ہے، جو گول سے ایک مخصوص فاصلے پر بال کو اپنے سامنے رکھتا ہے اور پھر زوردار کک لگا کر گول کرنے کی کوشش کرتا ہے، جبکہ گول کیپر گول بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

فٹ بال کا میچ کافی تیزی سے کھیلا جاتا ہے۔ تمام کھلاڑی ہر لمحہ چاق چوبند رہتے ہیں۔ کھیل کے درمیان میں کچھ دیر کے لیے وقفہ ہوتا ہے۔ وقفے سے پہلے اور بعد کے کھیل کا وقت برابر ہوتا ہے۔ وقفے سے پہلے کا وقت پہلا ہاف اور وقفے کے بعد کا وقت دوسرا ہاف کہلاتا ہے۔ جو کھلاڑی گول کرتا ہے، سب کھلاڑی اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ بعض جوش میں آ کر اسے کندھوں پر اٹھا کر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ آج کل دنیا میں سب سے زیادہ مقبول کھیل فٹ بال کا ہے۔ دنیا کے بے شمار ممالک اس کھیل میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں۔ ہر چار سال کے بعد فٹ بال کا '' ورلڈ کپ (World Cup) '' ہوتا ہے۔ ورلڈ کپ کے میچوں کے دوران پورا اسٹیڈیم لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوتا ہے۔ ہر ملک کے لوگ اپنی ٹیم کی حوصلہ افزائی کے لیے گراؤنڈ میں موجود ہوتے ہیں۔ تالیوں، نعروں اور نغموں کے ذریعے اپنی ٹیم کی ہمت بڑھاتے رہتے ہیں۔ جب بھی کوئی ٹیم گول کرتی ہے، تو

پورا گراؤنڈ نعروں اور تالیوں سے گونج اُٹھتا ہے۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

ا۔ فٹ بال کی ٹیم میں کتنے کھلاڑی ہوتے ہیں؟

ب۔ ٹیم کا جو کھلاڑی گول میں کھڑا ہوتا ہے اسے کیا کہتے ہیں؟

ج۔ ریفری کیا فرائض انجام دیتا ہے؟

د۔ کس قسم کا فاوٴل کرنے پر ریفری کھلاڑی کو میدان سے باہر بھیج دیتا ہے؟

ہ۔ وارننگ کے لیے ریفری کھلاڑیوں کو کون سا کارڈ دکھاتا ہے؟

و۔ فٹ بال کے علاوہ پاکستان میں اور کون کون سے کھیل کھیلے جاتے ہیں؟

ز۔ پینلٹی کک سے کیا مراد ہے؟

ح۔ فٹ بال کا سب سے بڑا ٹورنامنٹ کب منعقد کیا جاتا ہے؟

NOT FOR SALE

۲۔ مندرجہ ذیل کو جملوں میں استعمال کریں:

دفاع۔ حملہ آور۔ آغاز۔ زوردار۔ ورزش۔ مخالف۔ دانستہ۔ اجازت۔

۳۔ کھیلوں کے فوائد پر ایک مضمون تحریر کریں۔

۴۔ فعلِ معروف کو فعل مجہول میں تبدیل کریں۔

☆ میں نے قرآن پڑھا۔
☆ آمنہ نے اپنے بھائی کی سالگرہ پر خوبصورت قلم کا تحفہ دیا۔
☆ دوستوں نے مل کر کھانا کھایا۔
☆ ہم سب نے فٹ بال کا میچ دیکھا۔
☆ عالیہ اور محسن نے کیمپ میں نادار لوگوں کے ساتھ عید منائی۔

سرگرمی:

آپ کو کون سا کھیل پسند ہے؟ اس کو کھیلنے کے اصول وضوابط تحریر کریں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ طلبہ کو کھیل کی افادیت اور اہمیت سے آگاہ کریں۔
☆ مضمون کی بلند خوانی کرائیں۔ تلفظ اور لب و لہجے کی اصلاح کرائیں۔

مِلّی نغمہ

تدریسی مقاصد:

☆ حُب الوطنی کا جذبہ پیدا کرنا۔

☆ پاکستان کی اہمیت اجاگر کرنا۔

☆ بہتر مستقبل کی امید پیدا کرنا۔

☆ امن کا پیغام دینا۔

خاص الفاظ وتراکیب:

بشارت۔ مُروّت۔ اثاثہ۔ نِدا۔ اِلہام۔

مرا انعام پاکستان
مرا پیغام پاکستان
محبت امن ہے اور امن کا پیغام پاکستان
مرا انعام پاکستان
مرا پیغام پاکستان

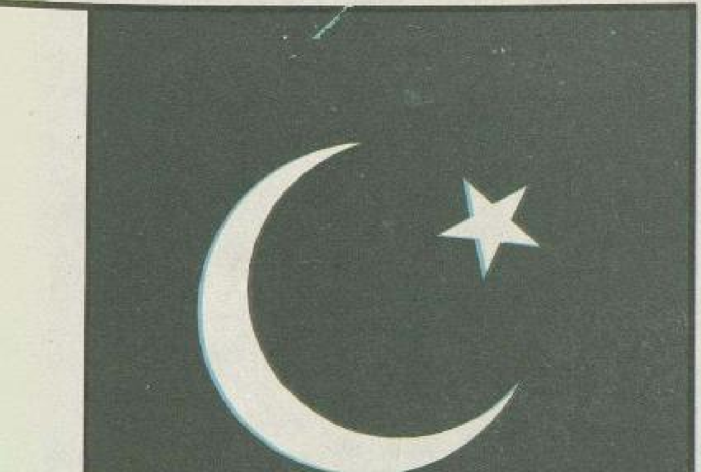

خدا کی خاص رحمت ہے
بزرگوں کی بشارت ہے
کئی نسلوں کی قربانی
کئی نسلوں کی محنت ہے
اثاثہ ہے جیالوں کا
شہیدوں کی امانت ہے

تعاون ہے مروّت ہے
محبت ہی محبّت ہے

جبھی تاریخ نے رکھا ہے، اس کا نام پاکستان
محبت امن ہے اور امن کا پیغام پاکستان

مرا انعام پاکستان
مرا پیغام پاکستان

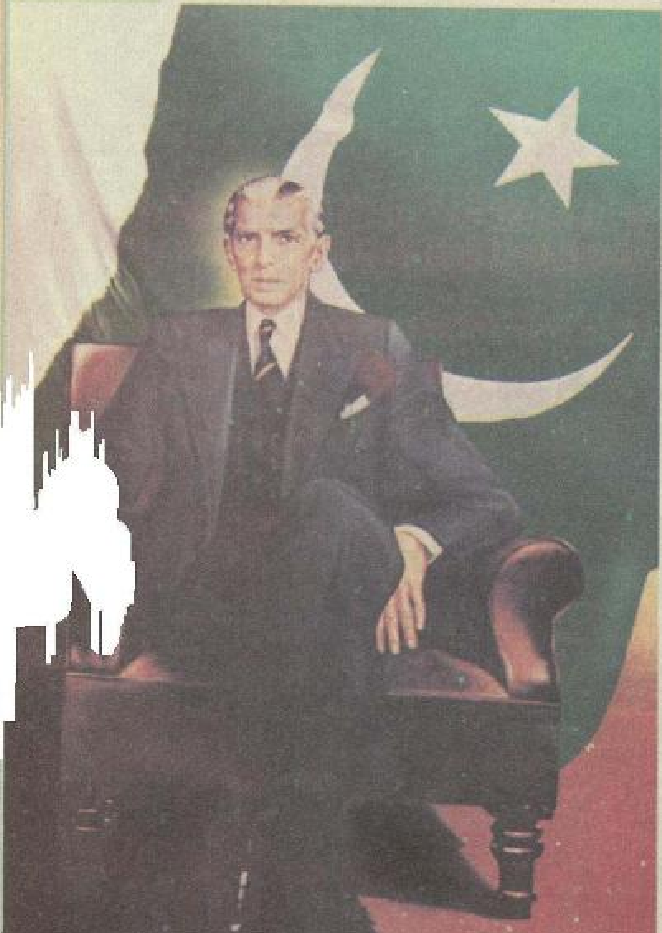

اندھیروں کو مٹائے گا
اُجالا بن کے چھائے گا
یہ خطّہ انقلابی ہے
نئی دنیا بنائے گا
اگر اللہ نے چاہا
زمانہ وہ بھی آئے گا
جہاں تک وقت جائے گا
اسے آگے ہی پائے گا

ندا قائد کی ہے، اقبال کا اِلہام پاکستان
محبت امن ہے اور امن کا پیغام پاکستان

(جمیل الدین عالی)

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

ا۔ اس ملی نغمے کا شاعر کون ہے؟

ب۔ ''ندا قائد کی ہے، اقبال کا الہام پاکستان'' اس سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

ج۔ ''شہیدوں کی امانت'' سے کیا مراد ہے؟

۲۔ اس نغمے میں جہاں جہاں ہم آواز الفاظ استعمال ہوئے ہیں، انھیں الگ کر کے لکھیں۔

۳۔ اس نغمے کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

۴۔ جملے بنائیں:

بِشارت۔ اَثاثہ۔ اِنعام۔ قُربانی۔ مُروّت۔ پیغام۔

۵۔ متضاد لکھیں:

آگ۔ غلامی۔ آغاز۔ ادنیٰ۔ بیمار۔ رنگین۔ زندہ۔ رنج۔

سرگرمی:

اس مِلّی نغمے کو یاد کریں اور سکول کی کسی تقریب میں مل کر گائیں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

طلبہ کو اس نغمے کا مفہوم اچھی طرح سمجھائیں۔ بلند خوانی کروا کر تلفظ کی اصلاح کریں اور طلبہ سے یہ نغمہ ریڈیو، ٹیلی وژن یا کیسٹ سے سننے کو کہیں۔

ابتدائی طبّی امداد

خاص الفاظ و تراکیب:	تدریسی مقاصد:
چشمِ تصور۔ جھلملاتی۔ نکسیر۔ بدحواس۔ سرایت۔	☆ طلبہ کو ابتدائی طبّی امداد کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔ ☆ خدمتِ خلق کے جذبے کو ابھارنا۔

اچانک زور دار دھماکے کی آواز سنائی دی۔ لوگ گھروں سے باہر نکل آئے۔ میں بھی پریشانی کے عالم میں باہر دوڑا۔ لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے، ضرور کہیں بم پھٹا ہوگا، لیکن کہاں؟ اتنے میں ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور بتایا کہ ریلوے لائن پر دو ریل گاڑیاں آپس میں ٹکرا گئی ہیں۔

میں پاگلوں کی طرح ریلوے لائن کی طرف دوڑا۔ ریل گاڑیوں میں تو ہزاروں لوگ سوار ہوتے ہیں۔ اتنے لوگوں کی دیکھ بھال؟ میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔ میں پشاور کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں پبی میں رہتا ہوں اور یہ حادثہ گاؤں سے باہر پیش آیا تھا۔ یہاں تو اتنی ڈسپنسریاں اور ہسپتال بھی نہیں تھے۔ مریضوں اور زخمیوں کو لانے کے لیے ایمبولینس درکار تھی، وہ بھی ملنا شاید ممکن نہ تھی۔ میں یہ سب کچھ سوچتا ہوا بھاگا چلا جا رہا تھا۔

حادثے کی جگہ کوئی زیادہ دور نہیں تھی۔ دونوں گاڑیوں کے ڈبے اس طرح گڈ مڈ تھے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ میری چشمِ تصوّر کے مناظر حقیقتاً میرے سامنے تھے۔ مجھے وہاں پہنچنے میں تقریباً دس پندرہ منٹ لگ گئے ہوں گے۔

ابھی میں ایک ٹیلے پر چڑھ کر دوسری طرف اترا ہی تھا کہ دو تین ایمبولینس گاڑیوں کی سرخ بتیاں جھلملاتی ہوئی نظر آئیں۔ کچھ لوگ ان میں سے اتر کر تیزی کے ساتھ گاڑی کے

شکستہ ڈبوں کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں سٹریچر اور کچھ آلات تھے۔ میں نے نزدیک ہو کر دیکھا، ان گاڑیوں پر لکھا تھا ''ایمبولینس''۔

مختلف فلاحی اداروں نے ملک بھر میں ایمبولینسوں کا جو نظام قائم کر رکھا ہے، یہ چند گاڑیاں اسی کا ایک حصہ تھیں۔ ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کہ یہ تو گاؤں والوں سے بھی پہلے جائے حادثہ پر پہنچ گئے ہیں۔

ان لوگوں نے طبی امداد کا فریضہ انجام دیا۔ اسے دیکھ کر میرے دل میں اس کام کے بارے میں جاننے کا شوق پیدا ہوا۔ پھر ایک روز میں ایک فلاحی ادارے کے مرکز چلا گیا اور مرکز کے سربراہ سے کہا:

''گاؤں میں ہونے والے ٹرین حادثے کے موقع پر، میں آپ کے ادارے کی کارکردگی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میں رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بتائیں کہ آپ ابتدائی طبی امداد کس طرح سے بہم پہنچاتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟''

سربراہ: ہم نے طِبّی امداد کی پارٹیاں تشکیل دے رکھی ہیں اور اس مقصد کے لیے ایمبولینس بھی تیار رہتی ہیں، کہ اگر کسی کو کوئی حادثہ پیش آجائے، تو اس کو فوری مدد دی جاسکے۔ مثلاً چوٹ لگ جائے، نکسیر پھوٹ جائے، سانپ ڈس لے، پانی میں ڈوبنے یا کسی سبب سے دَم گھُٹ جانے سے بے ہوش ہوجائے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر یا ہسپتال تک لے جانے میں کچھ وقت لگ سکتا ہے، جس سے مریض کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ چوٹ لگنے سے ڈاکٹر تک پہنچانے کے درمیانی وقفے میں کِیا جانے والا فوری علاج ''فرسٹ ایڈ یا ابتدائی طِبّی امداد'' کہلاتا ہے۔

''اچھا! ذرا یہ تو بتائیے کہ اگر کسی کے چوٹ لگ جائے اور خون زیادہ بہنے لگے، تو ایسی صورت میں فوری علاج کیا ہوگا؟''

سرابرہ: سب سے پہلے ہم بہتے ہوئے خون کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ اگر خون مسلسل بہتا رہے، تو کمزوری بڑھتی چلی جائے گی اور زخمی کی زندگی کو خطرہ ہوگا۔ اس کے لیے روئی یا کپڑے کی گدی بنا کر زخموں پر باندھنا چاہیے۔ روئی یا کپڑا موجود نہ ہو، تو فوراً ہتھیلی کو زخم پر لگا کر بہتے خون کو روکنا چاہیے۔ ہتھیلی کا دباؤ عین اوپر نہیں بلکہ اس کے اردگرد کی جگہ پر رکھنا چاہیے"۔

یہ بتائیں کہ اگر کسی چوٹ یا زخم کے بغیر خون بہنے لگے۔ مثال کے طور پر نکسیر پھوٹ جائے، تو کیا ایسی صورت میں بھی خون بند کرنے کا یہی طریقہ ہوگا؟

سربراہ: نہیں بھئی! اس کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے ایسے شخص کو ہوا کے رخ پر بٹھائیں گے تاکہ اس کو تیز ہوا لگ سکے۔ اس کا سر پیچھے کی طرف جھکا کر بازو اوپر اٹھا دیں گے۔ پھر ٹھنڈے پانی میں کپڑا بھگو بھگو کر اس کی ناک اور گردن پر رکھیں گے۔ ناک میں روئی لگا دی جائے گی اور اسے ناک کی بجائے منہ سے سانس لینے کو کہا جائے گا۔

آپ ذرا یہ بتائیں کہ اگر کھیلتے کودتے یا چلتے پھرتے پاؤں میں موچ آجائے، تو آپ کیا کریں گے؟

سربراہ: موچ آجانے کی صورت میں پاؤں یا جوتے کے نیچے رومال رکھ کر، جس جانب پاؤں مڑا ہو اس سے دوسری طرف اسے موڑ کر پاؤں کا تلوا اوپر کی جانب اٹھائیں گے اور اسے باندھ دیں گے۔ پاؤں کو زور سے جھٹکا دینے کی ضرورت نہیں۔ گھر پہنچ کر جوتے موزے اُتار کر پاؤں کو گرم پانی سے ٹکور دیں گے۔ پھر اوپر سے کپڑا باندھ دیں گے۔ چلنے پھرنے سے منع کر دیں گے۔ یہاں تک کہ اچھی طرح آرام آجائے۔

اگر جسم کے کسی حصے کی ہڈی ٹوٹ جائے تو؟

سربراہ: جہاں تک ممکن ہو نہایت آرام کے ساتھ اس عضو کو سیدھا کیا جائے۔ اب ایک

ہاتھ سے نیچے کی طرف سے اور دوسرے ہاتھ سے اوپر کی طرف اس عضو کو تھام کر ذرا جھٹکے سے ہڈی کو سیدھا کیا جائے۔ پھر اس عضو کے ساتھ اوپر سے نیچے تک لکڑی کی ایک پٹی باندھ دی جائے۔ اگر ٹانگ کی کوئی ہڈی ٹوٹی ہو اور فوری طور پر کوئی لکڑی موجود نہ ہو تو اسے دوسری ٹانگ کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ کلائی یا بازو کی ہڈی ٹوٹی ہو تو اس ٹوٹے ہوئے حصے پر لکڑی کی کھپچیاں باندھ کر ہاتھ کو کپڑے کی جھولی میں رکھ دیں۔

یہ بتائیں اگر کسی سبب سے بے ہوشی طاری ہوجائے، تو ابتدائی امداد کے تحت اس کا کیا علاج کیا جائے گا؟

سربراہ: دراصل بے ہوشی کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں۔ سر پر چوٹ لگ جائے، زیادہ خون بہ جائے، دل کی کمزوری، ناقابلِ برداشت گھٹن یا گرمی، مرگی یا نشہ آور اشیاء کا استعمال۔ ان سب کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہوسکتی ہے۔ ایسی صورت میں بے ہوش ہوجانے والے شخص کو گرنے سے بچایا جائے۔ خون بہ رہا ہو، تو اس کے روکنے کی تدبیر کی جائے۔ اسے اس طرح سے لٹایا جائے کہ سانس لینے میں رکاوٹ نہ ہو۔ گردن اور سینے میں گھٹن محسوس ہو تو کپڑے الگ کردیے جائیں۔ تازہ ہوا کی آمدورفت کا انتظام کریں۔ اردگرد کھڑے لوگوں کو ہٹادیں۔ دروازے اور کھڑکیاں کھول دیں۔ اگر سانس نہ لیا جارہا ہو، تو مصنوعی سانس دلانے کا انتظام کریں۔ اسے گرم رکھیں اور مرگی کی صورت میں مریض کو نہ صرف گرنے سے بچائیں، بلکہ اس کے دانتوں کے درمیان رومال رکھ دیں تاکہ زبان دانتوں میں نہ آجائے۔

ذرا یہ بتائیں کہ ڈوبنے کی صورت میں کیا کیا جاسکتا ہے؟

سربراہ: اگر کوئی شخص اتفاقاً یا حادثاتی طور پر ڈوبنے لگے، تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ پانی سے اوپر نہ اٹھائے، ورنہ جلدی ڈوب جائے گا۔ اس کے بجائے انھیں جسم کے ساتھ سیدھا رکھے اور پیٹھ کے بل پانی پر خود کو چھوڑدے۔ اپنے سر کو پانی سے باہر نکال کر لمبی لمبی سانس

لے تاکہ پھیپھڑے ہوا سے بھر جائیں۔ اکثر اوقات ڈوبنے والا ایسا بدحواس ہوتا ہے کہ اسے کوئی احتیاطی تدبیر یاد نہیں رہتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ڈوبنے کے باعث اس کے پھیپھڑوں میں پانی بھر جاتا ہے اور تازہ ہوا نہ ملنے کی وجہ سے پانچ منٹ بھی زندہ رہنا مشکل ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں فوری علاج کے لیے دو تین باتیں ضروری ہیں۔

سب سے پہلے فوری طور پر اس کے پھیپھڑوں سے پانی نکالا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس شخص کی قمیص اتار کر اسے لپیٹ کر نیچے رکھیں۔ پھر اسے اوندھا کر کے اس کا سینہ اس قمیص کے اوپر رکھیں۔ اس کا منھ ایک جانب پھیر دیں۔ پھر بائیں جانب سے اس کا منھ اوپر کریں اور گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیں۔ پھر دونوں ہاتھ اس کی کمر کے بیچ کے حصے پر رکھیں۔ اب اپنے بدن کا سارا زور ہاتھوں پر ڈالیں تاکہ اس کی کمر پر زور پڑے اور پھیپھڑوں سے پانی باہر نکلے۔ تین سیکنڈ تک زور دے کر پیچھے ہٹ جائیں۔ پھر دوبارہ اسی طرح کریں۔ ایک منٹ میں پندرہ بار اسی طرح کریں۔ کبھی کبھی بے ہوش شخص تین چار گھنٹوں کی مسلسل کوشش کے بعد جا کر ہوش میں آتا ہے، اس لیے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اگر وہ خود سانس لینے کی کوشش کرے تو تھوڑا رک کر دیکھ لیں۔ ورنہ اپنا کام جاری رکھیں، حتیٰ کہ پوری طرح سانس لینے لگے۔ اس کے بعد گیلے کپڑے اتار کر گرم کپڑے پہنا دیں۔

مجھے اب یہ بتائیں کہ اگر پاگل کتا کاٹ لے تو کیا کیا جائے؟

سربراہ: کتے کے کاٹنے کا یا اس کے لعاب کا اثر تیزی سے سرایت نہیں کرتا، لہٰذا مریض کو ہسپتال پہنچا کر انجکشن کے ذریعے بآسانی علاج کیا جاسکتا ہے۔ فوری طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ زخم کو پانی یا کسی جراثیم کُش دوا سے دھو کر صاف کریں، پھر کاربالک ایسڈ میں روئی بھگو کر زخم پر رکھ دیں۔ اگر کاربالک ایسڈ نہ ملے، تو کوئی لوہا وغیرہ گرم کر کے اس سے زخم کی جگہ کو داغ دیں۔

اور اگر سانپ کاٹ لے تو کیا کریں گے؟

سربراہ: سانپ کا زہر چونکہ تیزی سے سرایت کرتا ہے، لہٰذا فوری توجہ دینا چاہیے تاکہ زہر کا اثر دل تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے لیے اوّل کاٹنے کی جگہ سے ذرا اوپر کس کر پٹی باندھ دیں، پھر اس سے ذرا اوپر اور پھر اس سے کچھ اور اوپر کس کر پٹیاں باندھ دیں۔ اب کاٹنے کی جگہ پر ۲ سنٹی میٹر کے قریب بڑا اور گہرا چیرا لگائیں تاکہ زہر باہر نکل جائے۔ اس کے بعد پوٹاشیم پرمیگنیٹ کو پیس کر زخم میں بھر دیں۔ اس پر پٹی یا روئی وغیرہ نہ باندھیں۔ خون کے بہنے کا خیال نہ کریں۔ مریض کو جتنی جلد ممکن ہو ہسپتال پہنچا دیں۔ آپ نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ آگ لگنے کی صورت میں کیا کریں گے؟

"جی ہاں! یہ تو بہت ضروری بات ہے۔ اس کے بارے میں تو ضرور بتائیں۔"

اگر کسی کے کپڑوں کو آگ لگ جائے، تو اس پر پانی ہرگز نہیں ڈالنا چاہیے۔ اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ خود زمین پر لیٹ کر ادھر ادھر الٹے پلٹے یا کوئی اور اس کے اوپر کمبل یا موٹی دری وغیرہ ڈال دے۔ اس طرح آکسیجن بند ہونے کی وجہ سے آگ جلدی بجھ جائے گی۔ اگر کمبل یا موٹا کپڑا نہ ملے، تو ریت اور مٹی سے آگ بجھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آگ بجھنے کے بعد مریض کے کپڑے کاٹ کر اتارنے چاہییں اور جلی ہوئی جگہ پر ناریل کا تیل یا کچے آلو کا لیپ کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے جلن کم ہو جاتی ہے۔

کیا میں آپ کی تنظیم کے کسی کام آسکتا ہوں؟

انچارج: کیوں نہیں! کیوں نہیں! آپ شوق سے اپنا نام ہمارے رضا کاروں میں لکھوا سکتے ہیں۔ ہم آپ کو معمول کی تربیت دیں گے اور پھر ضرورت پڑنے پر آپ کی خدمات بھی حاصل کریں گے۔

بہت بہت شکریہ! مجھے یہ خدمت کر کے بہت خوشی ہوگی۔

اب مجھے اجازت دیجیے۔ اللہ حافظ۔

سربراہ: اللہ حافظ۔ آپ کے آنے کا بہت بہت شکریہ۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

ا۔ حادثے کی خبر سنتے ہی مصنف نے کیا کیا؟

ب۔ جب وہ ریل گاڑی کے پاس پہنچا تو اس نے کیا دیکھا؟

ج۔ مصنف کس بات سے متاثر ہوا؟

د۔ ابتدائی طبی امداد سے کیا مراد ہے؟

ہ۔ مصنف کو ابتدائی طبّی امداد کے بارے میں جاننے کا شوق کیوں پیدا ہوا؟

و۔ کتّے کے کاٹے اور سانپ کے کاٹے کے مریضوں میں سے پہلے کس کو ہسپتال لے جانا چاہیے؟

ز۔ حادثے کی جگہ پر زخمیوں کے اردگرد لوگوں کو کیوں جمع نہیں ہونا چاہیے؟

ح۔ ہر شخص کے لیے ابتدائی طبی امداد کے اصولوں کے بارے میں جاننا کیوں ضروری ہے؟

ط۔ رضا کار کسے کہتے ہیں؟ وہ کس طرح سے کام کرتا ہے؟

۲۔ درج ذیل کے پانچ پانچ متلازم الفاظ لکھیں۔

حادثہ۔ گاؤں۔ ہسپتال۔ ریل گاڑی۔

۳۔ واحد کی جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

حادثہ، عضو، اسباب، خدشہ، واقعہ، ادارے۔

سرگرمی :

بچے جماعت کے کمرے میں ابتدائی طبّی امدار کی عملی مشق کریں۔

ہدایت برائے اساتذہ :

☆ اس سبق کی بلند خوانی کرائیں اور طلبہ کا تلفظ درست کرائیں۔

☆ طلبہ کو ابتدائی طبی امداد کی عملی مشق کرائیں۔

☆ بچوں کو معلومات فراہم کریں کہ ایمبولینس پر سامنے کی طرف اُلٹے حروف میں ایمبولینس کیوں لکھا جاتا ہے؟

NOT FOR SALE

دو کنجوس

(لوک کہانی)

تدریسی مقاصد:

☆ اعتدال کی ترغیب دینا۔

☆ کہانی سے محظوظ ہونا۔

☆ قصے کہانیاں پڑھنے کا شوق پیدا کرنا۔

خاص الفاظ وتراکیب:

چکھنا۔ چکنا۔ صحت بخش۔ فراخ دلی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دو کنجوس ایک ہی گاؤں میں رہتے تھے۔ ان کی کنجوسی اتنی مشہور تھی کہ میلوں دُور تک لوگ ان کے نام جانتے تھے۔ ایک افواہ یہ گرم تھی کہ اگر کوئی شخص صبح کے وقت ان کنجوسوں میں سے کسی کو دیکھ لے، تو دن بھر اسے بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور اگر کسی کے منھ سے ان کنجوسوں کا نام نکل گیا، تو اس کا پورا دن ضائع ہوجائے گا۔اس افواہ کی وجہ سے لوگ اُن کنجوسوں سے دُور دُور ہی رہتے تھے۔

اُن کا کوئی دوست نہیں تھااور وہ اپنے شب وروز اکیلے گزار رہے تھے۔

ایک دن بڑے کنجوس نے چھوٹے کنجوس سے کہا: ”دوست! اس گاؤں میں اور آس پاس کے علاقے میں سب لوگ جانتے ہیں کہ ہم کنجوس ہیں۔ ہمیں تقریبات اور دعوتوں میں کبھی نہیں بلایا جاتا، حالانکہ مجھے دعوتوں میں جانا بہت اچھا لگتا ہے۔ میری بڑی خواہش ہے کہ ایک بڑی دعوت کا انتظام کروں اور تمھیں اپنے خاص اور اکیلے مہمان کی حیثیت سے بلاؤں“۔

چھوٹے کنجوس نے یہ دعوت فوراً قبول کر لی۔ مقررہ دن کو وہ بڑے کنجوس کے گھر آیا تو بڑے کنجوس نے اُس سے پوچھا کہ وہ کون کون سے کھانے پسند کرے گا۔ چھوٹے کنجوس نے جواب دیا: ''میں نے سنا ہے کہ ہمارے گاؤں میں دودھ کی جو روٹی بنتی ہے، وہ اور کہیں نہیں بنتی، لیکن میں نے تو اپنی زندگی میں اُسے چکھا بھی نہیں۔ میرے دوست! اگر تمھیں کوئی اعتراض نہ ہو تو مجھے تھوڑی سی وہی روٹی کھلا دو۔''

بڑے کنجوس نے کہا کہ اپنے مہمان کے لیے دودھ کی روٹی خرید کر اُسے بڑی خوشی ہوگی۔ وہ گاؤں کی روٹیوں والی دکان پر گئے۔ بڑے کنجوس نے دوکان دار سے پوچھا: ''کیا تمھاری دودھ کی روٹی میٹھی اور نرم ہے؟''

دکان دار نے جواب دیا: ''کیوں نہیں، پورے ملک میں یہ روٹی سب سے میٹھی روٹی ہے اور مکھن کی طرح نرم ہے۔''

بڑا کنجوس جانتا تھا کہ مکھن دودھ کی روٹی سے سستا ہے۔ سو اس نے تجویز کیا کہ مکھن خریدا جائے کیونکہ وہ بہت مزے دار ہوتا ہے۔

مکھن کی دکان پر دکان دار نے بہترین مکھن نکالا۔ بڑے کنجوس نے پوچھا: ''تم کیسے کہَ سکتے ہو کہ یہ مکھن پورے ملک میں بہترین ہے؟ کیا یہ تیل کی طرح چکنا ہے؟''

دکان دار ذرا سا رُکا، پھر بولا: ''بھئی دیانت داری کی بات تو یہ ہے کہ یہ مکھن تیل کی طرح تو شاید چکنا نہیں ہے لیکن ______''

بڑے کنجوس نے اس کی بات کاٹی: ''تو اس کا مطلب یہ ہُوا کہ یہ ملک کا بہترین مکھن نہیں ہے۔ میں اپنے دسترخوان پر ایسی چیز پسند نہیں کرتا۔ آؤ دوست! کھانا تیل کی مدد سے کہیں زیادہ مزیدار تیار ہوگا۔ کیا خیال ہے تمھارا؟''

اور چھوٹے کنجوس کو جواب دینے کا موقع دیے بغیر، بڑا کنجوس اُسے دکان میں سے کھینچ کر باہر لے گیا۔

انھیں ایک دکان مل گئی، جہاں تیل بِکتا تھا۔ بڑے کنجوس نے پوچھا: کیوں بھئی دکان دار! کیا یہ بہترین تیل ہے؟''

دکان دار نے جواب دیا: ''خود ہی دیکھ لیجیے۔ یہ تو اتنا صاف ہے، جیسے وہ سامنے دریا کا پانی''۔

بڑا کنجوس چلّایا: ''ہاں ہاں۔ خوب خوب۔ پانی! یقیناً پانی بڑی ہی صحت بخش چیز ہے''۔ یہ کہ کر وہ اپنے مہمان کو دریا پر لے گیا اور بڑی فراخ دلی سے کہا کہ وہ جتنا پانی پینا چاہتا ہے، پی لے۔ (پاکستان کی لوک کہانیاں)

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

ا۔ بڑے کنجوس نے اپنے دوست کو دعوت پر کیوں بلایا؟

ب۔ گاؤں کے لوگ دو کنجوسوں سے ملنا کیوں پسند نہیں کرتے تھے؟

ج۔ چھوٹے کنجوس نے کیا کھانے کی فرمائش کی؟

د۔ بڑے کنجوس نے دعوت میں اپنے مہمان کو کیا کھلایا؟

NOT FOR SALE

۲۔ جملے بنائیں۔

کنجوس۔ افواہ۔ جشن۔ دیانت داری۔ صحت بخش۔ فراخ دلی۔

۳۔ ذیل میں دیئے گئے جملوں کو ''فعل مجہول'' میں تبدیل کریں۔

☆ بڑے کنجوس نے دعوت کا انتظام کیا۔

☆ اسلم نے کھانا اور پھل کھائے۔

☆ مسافروں نے رُک کر نماز پڑھی۔

☆ ہم نے لاہور کی بادشاہی مسجد دیکھی۔

۴۔ سبق میں سے پانچ استفہامیہ جملے تلاش کر کے لکھیں۔

۵۔ اس کہانی سے آپ کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں؟

۶۔ ''کنجوس'' کا الٹ ''فضول خرچ'' ہے۔ کیا فضول خرچی اچھی عادت ہے؟ تفصیلی جواب تحریر کریں۔

سرگرمی:

آپ نے اس کہانی کے علاوہ کنجوسی سے متعلق کوئی کہانی سنی ہو تو اپنے ساتھیوں اور اساتذہ کو سنائیں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ کہانی کی بلند خوانی کرائیں۔ طلبہ کا تلفظ اور لہجہ درست کرائیں۔

☆ طلبہ کو بتائیں کہ کسی بھی چیز کی انتہا انسان کو مسائل میں ڈال دیتی ہے۔ میانہ روی کی اہمیت واضح کریں۔

☆ فعلِ معروف اور فعلِ مجہول کا فرق واضح کریں۔

☆ طلبہ کو لوک کہانی کے بارے میں بتائیں کہ ''لوک کہانی'' سے کیا مراد ہے؟

میں روزے سے ہوں

مجھ سے مت کر یار کچھ گفتار، میں روزے سے ہوں
ہو نہ جائے تجھ سے بھی تکرار، میں روزے سے ہوں

ہر کسی سے کرب کا اظہار، میں روزے سے ہوں
دو کسی اخبار کو یہ تار، میں روزے سے ہوں

میرا روزہ اک بڑا احسان ہے، لوگوں کے سر
مجھ کو ڈالو موتیے کے ہار، میں روزے سے ہوں

میں نے ہر فائل کی ڈُبچی پر یہ مصرع لکھ دیا
کام ہوسکتا نہیں سرکار، میں روزے سے ہوں

اے مری بیوی مرے رستے سے کچھ کترا کے چل
اے مرے بچو، ذرا ہشیار، میں روزے سے ہوں

شام کو بہر زیارت آ تو سکتا ہوں، مگر
نوٹ کرلیں، دوست، رشتہ دار، میں روزے سے ہوں

تو یہ کہتا ہے بہ لحن تر، کوئی تازہ غزل
میں یہ کہتا ہوں کہ برخوردار، میں روزے سے ہوں
(ضمیر جعفری)

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

ا۔ اس نظم میں شاعر نے روزہ دار کی کن کن مشکلات کا ذکر کیا ہے؟

ب۔ شاعر نے ہر فائل پر کیا مصرع لکھا؟

ج۔ کیا روزہ رکھ کر کوئی کام نہیں ہوسکتا؟

د۔ اس نظم کا مرکزی خیال تحریر کریں۔

ہ۔ شاعر نے طنز و مزاح کے ذریعے معاشرے کی کون سی برائی کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے؟

۲۔ جملے بنائیں:

گفتار۔ تکرار۔ احسان۔ زیارت۔ دوست۔ ہوشیار۔

۳۔ متضاد لکھیں:

راستہ۔ مشکل۔ پتھر۔ غربت۔ بچے۔ دوست۔

۴۔ مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کریں:

میرا روزہ ایک بڑا احسان ہے، لوگوں کے سر
مجھ کو ڈالو موتیے کے ہار، میں روزے سے ہوں

۵۔ جملے درست کریں:

☆ اس کی زخم گہری ہے۔
☆ میں نے اخبار پڑھی۔
☆ وہ گہرے سوچ میں پڑ گیا۔
☆ بارش کے بعد کیچڑ ہو گیا ہے۔
☆ ضد کرنی اچھی نہیں۔
☆ میں نے عرض کیا تھا۔

سرگرمی:

اس نظم کے علاوہ کوئی سے دو مزاحیہ اشعار اپنی کاپی میں لکھیں اور یاد کریں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ طلبہ کو صحیح تلفظ کے ساتھ نظم پڑھنے کا طریقہ سکھائیں۔
☆ ''روزہ دار'' کے موضوع پر سنجیدہ اور مزاحیہ تقریری مقابلہ کرائیں۔

قومی اِدارے

خاص الفاظ و تراکیب:

نظم و نسق۔ اِنتشار۔ مُہذّب۔ شَعور۔ نونہالانِ وطن۔ خوش اسلوبی۔ اِنفرادیّت۔ گامزن۔ نعمُ البدل۔

تدریسی مقاصد:

☆ قومی اِداروں کے بارے معلومات فراہم کرنا۔
☆ قومی اِداروں کی اہمیت اجاگر کرنا۔
☆ طلبہ کو معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنے کے لیے تیار کرنا۔

کسی بھی ملک میں معاملاتِ نظم و نسق کو بہتر طور پر چلانے کے لیے حکومتی سطح پر کچھ ادارے تشکیل پاتے ہیں، جن کو مختلف قسم کی ذمہ داریاں سونپی کی جاتی ہیں۔ کوئی ادارہ ملک کا انتظام چلاتا ہے، کوئی ملک کی حفاظت کا فریضہ انجام دیتا ہے، کسی کے ذمے امن و امان کو قائم رکھنا ہوتا ہے، تو کوئی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ان اداروں کا قیام اس لیے عمل میں لایا جاتا ہے، تاکہ ملکی انتظام عمدگی سے چل سکے اور انتشار سے بچا جا سکے۔ کوئی ملک اس وقت تک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا، جب تک اس کے تمام ادارے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو بطورِ اَحسن پورا نہ کریں۔ جب مختلف اداروں میں ذمہ داریاں تقسیم کر دی جاتی ہیں تو ہر ادارہ پیشہ ورانہ مہارت کی وجہ سے عوام کو بہتر سہولیات فراہم کرسکتا ہے۔

ہمارے ملک میں بے شمار ادارے اپنے اپنے متعلقہ شعبوں میں سرگرم عمل ہیں، جن میں سے چند درجِ ذیل ہیں:

تعلیمی ادارے :

تعلیم، انسان کی پہلی اور بنیادی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر ترقی کا خواب بھی دیکھنا بیکار ہے۔ کوئی بھی ملک یا قوم اس وقت تک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتی، جب تک وہ اپنا رشتہ تعلیم سے نہیں جوڑ لیتی۔ تعلیم ہی انسان میں یہ شعور اُجاگر کرتی ہے کہ وہ اپنے بہتر مستقبل کے لیے کوششیں کرتا رہے۔ تعلیم ہی کی بدولت ایک مہذّب معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم کے فروغ کے لیے حکومتی سطح پر بہت سے اقدامات کیے جاتے ہیں اور بہت سی سہولیات مثلاً عمارات، ساز وسامان اور مفت کتابیں وغیرہ فراہم کی جاتی ہیں۔ دنیا کے دیگر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی ابتدائی اور ثانوی تعلیمی اداروں کے علاوہ بے شمار کالج اور یونیورسٹیاں تعلیم کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔ اس کے علاوہ فنی تربیت اور پیشہ ورانہ تعلیم کے ادارے بھی قائم ہیں، جو ایک بہتر پاکستان کے روشن مستقبل کے ضامن ہیں۔ تعلیم کی اہمیت کے پیشِ نظر، پاکستان میں بے شمار سرکاری اداروں کے علاوہ بہت سے نیم سرکاری اور نجی تعلیمی ادارے ملک کے کونے کونے میں قائم ہیں، جو نہ صرف لوگوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرکے شرحِ خواندگی میں اضافہ کررہے ہیں، بلکہ بے روزگاری کے تدارک میں بھی اہم کردار ادا کررہے ہیں۔

ادارۂ صحت :

کسی بھی ملک میں صحت کے اداروں کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو، جن بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں صحت و تندرستی ایک ایسی نعمت ہے جس کا کوئی نعمُ البدل نہیں۔

پاکستانی معاشرہ اسلامی بنیادوں پر استوار ہے اور اسلامی معاشرے میں حکومت نہیں بلکہ خدمت کی جاتی ہے، اس لیے عوام کی بہتر صحت کے لیے پاکستان میں محکمۂ صحت اپنی پوری تندہی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہا ہے تاکہ ایک صحت مند معاشرہ قائم ہو۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دینی اور دنیاوی فرائض کی ادائیگی کے لیے بہتر صحت شرطِ اولین ہے، بصورت دیگر انسان نہ دین کا رہتا ہے اور نہ دنیا کا۔ افرادِ معاشرہ کو صحت کی بنیادی سہولیات فراہم کرنا اور ان کو حفظانِ صحت کے اصولوں سے باخبر رکھنا حکومت کا فرضِ عین ہے۔ اس لیے پاکستان میں قومی اور صوبائی سطح پر ایسے ادارے قائم کیے گئے ہیں، جہاں نہ صرف بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے، بلکہ نونہالانِ وطن کو مفت حفاظتی ٹیکے اور پولیو سے بچاؤ کے قطرے بھی پلائے جاتے ہیں، تاکہ آنے والے کل میں پاکستان کا مستقبل صحت مند اور توانا ہاتھوں میں ہو۔

محکمۂ پولیس:

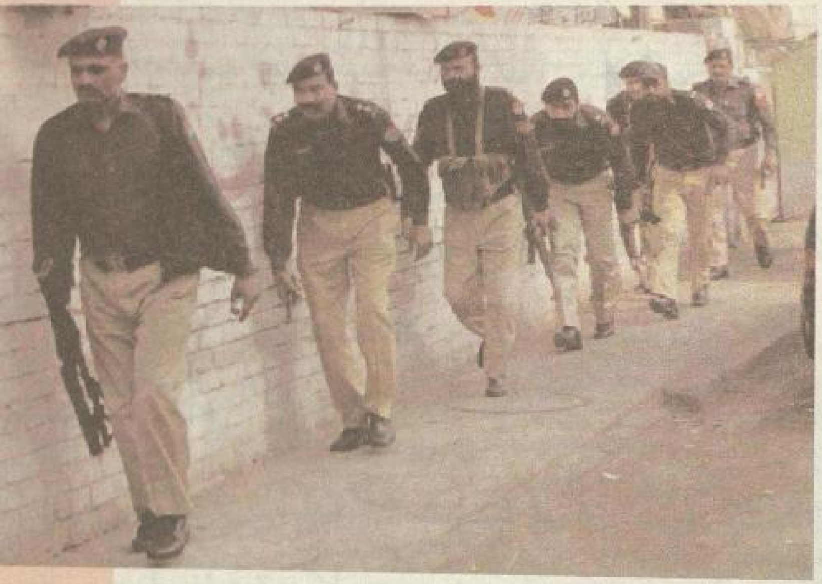

عدل و انصاف، اخوت و بھائی چارہ، آزادی اور مساوات کسی بھی قوم کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے بہت ضروری عوامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں عوام کو مکمل تحفظ دینے اور ظلم و زیادتی کو روکنے کی خاطر محکمۂ پولیس ہمہ وقت سرگرم رہتا ہے۔

معاشرے میں جب انتشار پھیلتا ہے اور لوگ ملکی قوانین کو روندنے پر تُل جاتے ہیں تو اِن غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث افراد کو پکڑنا اور ان کے خلاف تفتیش کر کے ان کو سزا تک پہنچانے کی ذمہ داری پولیس کا محکمہ انجام دیتا ہے۔ اس ادارے کی موجودگی سے عوام کو تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عدل و انصاف کے نظام کو قائم رکھنے، معاشرے سے بدانتظامی کو دور کرنے اور امن و امان کو یقینی بنانے کے لیے یہ ایک قابل ذکر ادارہ ہے اور اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

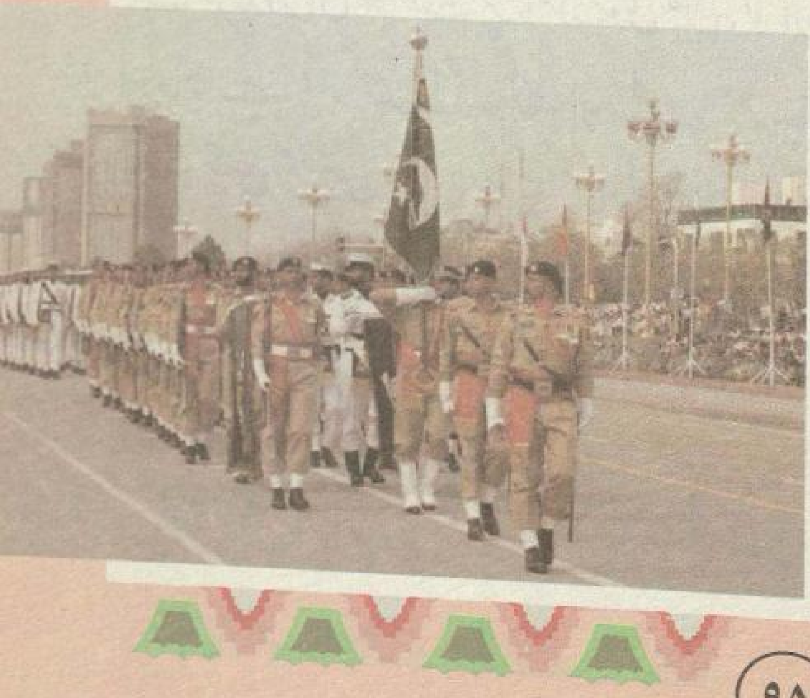

افواجِ پاکستان:

ملک و قوم کے تحفظ کی خاطر افواجِ پاکستان ملک کے مختلف علاقوں میں تعینات اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھا رہی ہیں ۔ کہیں پر سرحدوں کی حفاظت، تو کہیں پر فضائی اور

سمندری حدود کی حفاظت کر کے عوام کو تحفظ فراہم کرنا ان اداروں کا نصب العین ہے۔ یہ ادارے جدید اسلحے سے لیس ہوتے ہیں، تاکہ بوقت ضرورت ملک وقوم کی خاطر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں۔ یہ افواج زمانۂ جنگ ہی میں نہیں، بلکہ امن کے زمانے میں بھی قدرتی آفات مثلاً زلزلے اور سیلاب وغیرہ کے دوران میں عوام کی خدمت میں سرگرمِ عمل رہتی ہیں۔

شہری دفاع:

یہ ایک حقیقت ہے کہ ملکی دفاع کے لیے افواج، مکمل جوش اور ولولے کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتی ہیں، لیکن آج کے ایٹمی دَور میں جنگیں صرف افواج تک محدود نہیں رہیں۔ ملک کے مؤثر دفاع کے لیے از حد ضروری ہے کہ شہروں میں ایسے ادارے قائم ہوں، جو شہری دفاع کو مضبوط کرنے کے لیے عام لوگوں کو تربیت دیں۔ افواج جب سرحدوں کی حفاظت پر مامور ہوتی ہیں، تو ان کے لیے اندرونی محاذوں کو سنبھالنا ذرا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر کہیں آگ لگ جائے، یا زلزلے کی تباہ کاریوں کا مقابلہ کرنا پڑ جائے یا سیلاب وغیرہ جیسی آفتیں نازل ہو جائیں، تو شہروں اور شہریوں کی حفاظت اور ان کو نقصانات سے بچانے کے فرائض یہی تنظیمیں ادا کرتی ہیں۔ شہری دفاع کی تنظیموں میں، جو لوگ کام کرتے ہیں وہ باقاعدہ ملازم نہیں ہوتے بلکہ وہ رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات وقف کرتے ہیں۔ ان رضا کاروں کی تربیت کے لیے حکومت خصوصی انتظامات کرتی ہے تاکہ وہ خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ادارے ہیں جو عوام، کی بہبود کے لیے اپنی اپنی خدمات کی انجام دہی میں مصروف رہتے ہیں۔ ان میں پیغام رسانی کے ادارے سرفہرست ہیں۔ اس کے علاوہ صحافتی ادارے، عوام کو ملکی صورت حال سے آگاہ کرنے اور ان میں اپنے حقوق کا شعور پیدا کرنے میں سرگرم ہیں۔ اسی طرح صنعتی اداروں کے علاوہ ضلعی اور صوبائی سطح پر بھی بہت سے ادارے قائم ہیں جو ہمیں قومی سطح پر ایک دوسرے کی خدمت اور مدد کرنے پر اُبھارتے ہیں۔

مشق

۱۔ خالی جگہیں پُر کریں :

(ا) پاکستان میں ہر شہری کو ________ حقوق حاصل ہیں۔
(زیادہ۔ کم۔ برابر۔ مناسب)

(ب) تعلیم انسان کی ________ ضرورت ہے۔
(پہلی۔ دوسری۔ تیسری۔ چوتھی)

(ج) اسلامی معاشرے میں حکومت نہیں بلکہ ________ کی جاتی ہے۔
(مذاق۔ خدمت۔ جنگ۔ محبت)

(د) محکمہ پولیس کی موجودگی سے عوام کو ________ کا احساس ہوتا ہے۔
(تحفظ۔ ڈر۔ خوشی۔ غم)

(ہ) پاکستان میں شہری دفاع کا نظام بڑا ________ ہے۔
(کمزور۔ مضبوط۔ مستحکم۔ وسیع)

۲۔ درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں:

(ا) قومی اداروں کا قیام کیوں ضروری ہے؟

(ب) تعلیم کی اہمیت پر ایک پیراگراف لکھیں۔

(ج) محکمۂ پولیس کیا فرائض انجام دیتا ہے؟

(د) شہری دفاع کے رضا کاروں سے کیا مراد ہے؟

(ہ) کم از کم پانچ قومی اداروں کے نام لکھیں۔

۳۔ مندرجہ ذیل میں سے درست اور غلط جملوں کی نشاندہی کریں:

(ا) پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ (غلط، درست)

(ب) تعلیمی اداروں سے شرح خواندگی کم ہوتی ہے۔ (غلط، درست)

(ج) صحت جیسی نعمت کا کوئی نعم البدل نہیں۔ (غلط، درست)

(د) شہری رضا کار سرکاری ملازم ہوتے ہیں۔ (غلط، درست)

۴۔ درج ذیل میں سے مذکر اور مؤنث الگ الگ کر کے لکھیں۔

قلم، درد، فوج، نعمت، انصاف، عمل، صحت، وطن۔

سرگرمی:

دوست کے نام امتحان میں کامیابی پر مبارکباد کا خط لکھیں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ طلبہ سے سبق کی خواندگی کروائیں، تلفظ کی درستی کرائیں اور ایک مفید شہری بننے کی خصوصیات بتائیں۔

☆ طلبہ کو دیگر قومی اداروں کے بارے میں بتائیں۔

ہم یونہی مسکراتے رہیں

تدریسی مقاصد:

☆ نظم خوانی کا طریقہ سکھانا۔
☆ آپس میں پیار محبت بانٹنے کا درس دینا۔
☆ نظم کا مرکزی خیال اخذ کرنے کے قابل بنانا۔

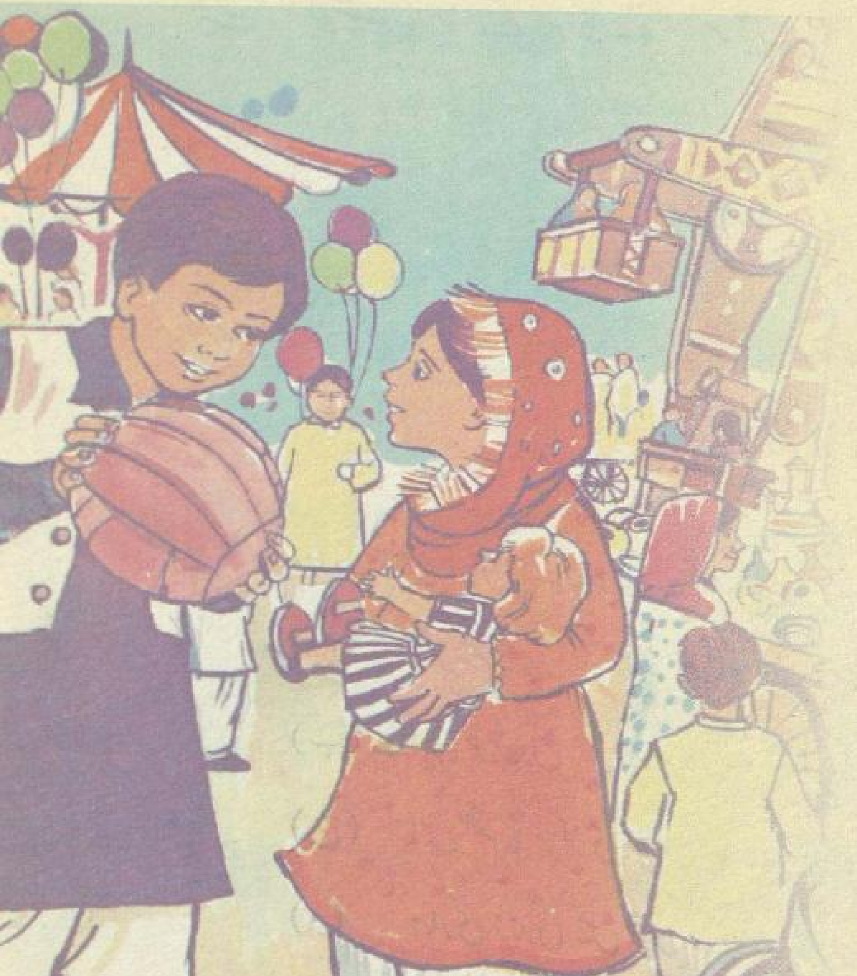

ہم یونہی مسکراتے رہیں
گیت خوشیوں کے گاتے رہیں

دوستوں سے یہ ملنے کا دن
آگیا پھول کِھلنے کا دن
ایسے دن روز آتے رہیں
گیت خوشیوں کے گاتے رہیں

جو بھی روٹھے ہیں مَن جائیں گے
راستے خود ہی بَن جائیں گے
ہم اگر آتے جاتے رہیں
گیت خوشیوں کے گاتے رہیں

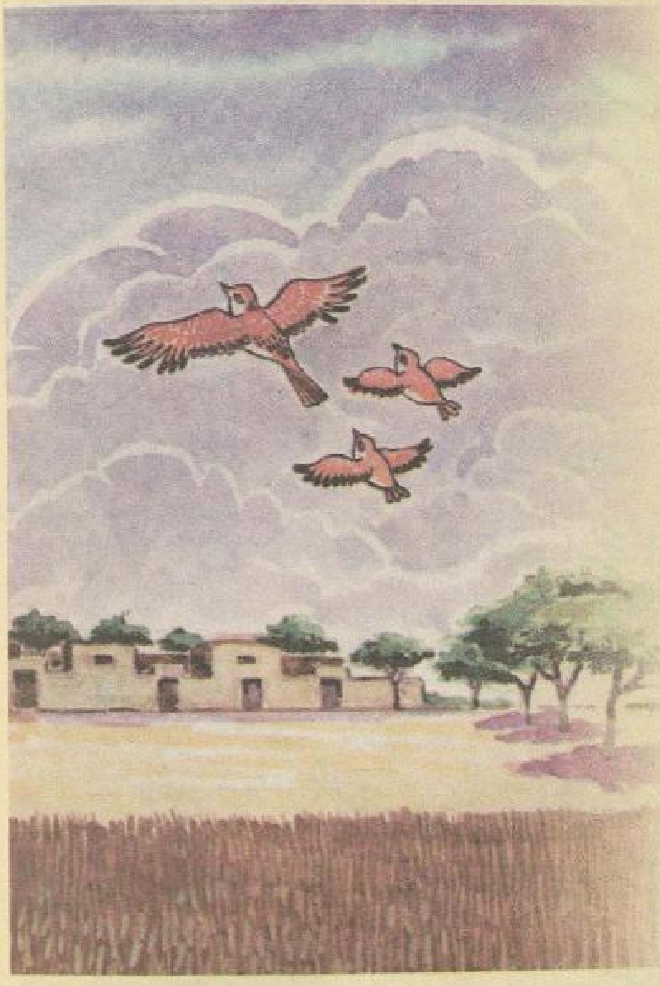

گھونسلوں میں اداسی نہ ہو
ایک چڑیا بھی پیاسی نہ ہو
سب کے سب چہچہاتے رہیں
گیت خوشیوں کے گاتے رہیں

آئے پریوں کی رانی کوئی
پیاری پیاری کہانی کوئی
وہ سنے ہم سناتے رہیں
گیت خوشیوں کے گاتے رہیں

(غلام محمد قاصر)

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

(ا) اگر ہم سے کوئی روٹھا ہو، تو اسے منانے کا بہترین طریقہ کون سا ہے؟

(ب) اپنی خوشیوں میں دوسروں کو شامل کرنے سے کیا ہوتا ہے؟

(ج) اس نظم کا مرکزی خیال کیا ہے؟

(د) ہماری زندگی میں خوشی کے تہوار کون کون سے ہیں؟

(ہ) ہمیں اپنی خوشیاں مناتے وقت کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟

NOT FOR SALE

۲۔ درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھ کر انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

آبرو۔ بخت۔ پربت۔ حُزن۔ دِقّت۔ ساگر۔ کاوِش۔

۳۔ فعل معروف اور فعل مجہول میں کیا فرق ہے؟ مثالوں سے واضح کریں۔

۴۔ نظم کے دوسرے بند کی تشریح کریں۔

سرگرمی: دوست کے نام خط لکھیں کہ وہ گرمی کی چھٹیوں کے کچھ دن آپ کے ساتھ گزارے۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ طلبہ کو "فعل معروف" اور "فعل مجہول" کا فرق ذہن نشین کرائیں۔ نیز خط لکھنے کے طریقے سے بھی روشناس کرائیں۔

☆ اس نظم کے علاوہ کوئی اور نظم بھی طلبہ کو سنائیں تاکہ ان میں شاعری کا ذوق پیدا ہو سکے۔

تجدیدِ عہد کا دن

خاص الفاظ و تراکیب:	تدریسی مقاصد:
اندیشہ۔ مُتنفّر۔ وقتاً فوقتاً۔ نصبُ العین۔ تشخص۔ تجدید۔ استحکام۔ نظریاتی۔	☆ قومی تہوار کی اہمیت اجاگر کرنا۔ ☆ ۲۳/ مارچ کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔ ☆ جذبۂ حب الوطنی کو اُبھارنا۔ ☆ طلبہ کو کہانی لکھنے کے فن سے روشناس کرانا۔

وقار اور سویرا ابھی سکول سے واپس نہیں آئے تھے۔ ان کے امّی ابّو اپنے ایک عزیز کی عیادت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ دادا جان گھر میں اکیلے تھے۔ بچّوں کے سکول سے آنے میں کچھ دیر باقی تھی۔ وقت گزارنے کے خیال سے دادا جان، الماری سے اپنی پرانی تصویروں کا البم اٹھا کر دیکھنے لگے اور کچھ ہی لمحوں بعد اپنے ماضی میں کھو گئے۔ اچانک دروازے کی گھنٹی بجی۔ دادا جان نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ وقار اور سویرا سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے اور دادا جان سے لپٹ گئے۔ وہ دونوں بہت خوش نظر آرہے تھے۔ دادا جان نے پوچھا: ''کیا بات ہے؟ آج تو بہت خوش نظر آرہے ہو''۔ وقار نے بتایا کہ کل ۲۳/ مارچ ہے اور ہمارے سکول کی کل چھٹی ہوگی۔ یہ سن کر دادا جان مسکرائے اور پوچھا:

''آپ کو ۲۳/ مارچ کی خوشی ہے یا چھٹی کی''۔

وقار نے کہا: کہ مجھے تو چھٹی کی بہت خوشی ہے، کیونکہ کل میں دیر تک سوؤں گا اور پھر

دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیلنے جاؤں گا۔ یہ سن کر دادا جان سوچ میں پڑ گئے اور پھر اس کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے سمجھایا:

"بیٹا! دیر تک سونا اچھے بچّوں کا شیوہ نہیں، پھر آپ کو یہ پتا ہونا چاہیے کہ ۲۳ مارچ کو یہ چھٹی کیوں ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کہ وقار کچھ پوچھتا۔ سویرا، جو صوفے پر بیٹھ کر دادا جان کا

البم دیکھ رہی تھی، اچانک ان سے مخاطب ہوئی:

"دادا جان! ان تصویروں میں اتنے سارے لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں؟" دادا جان نے اس کے ہاتھ سے البم لے کر دونوں کو اپنے دائیں بائیں بٹھایا اور کہا:

"یہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے اُس جلسے کی تصویریں ہیں، جس کی وجہ سے کل آپ کی چُھٹّی ہے"۔

وہ دونوں حیرت سے دادا جان کو دیکھنے لگے، کیونکہ یہ بات ان کی سمجھ میں ہی نہیں آئی۔

سویرا نے پوچھا: ۲۳ مارچ کا کیا مطلب ہے اور اس دن چھٹی کیوں ہوتی ہے؟

۲۳/ مارچ ۱۹۴۰ء مسلمانانِ ہند کے لیے بے حد اہمیت کا حامل تھا۔ قبل اس کے کہ دادا جان اپنی بات کو آگے بڑھاتے، وقار درمیان میں مُخل ہوا اور ان کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا:

"کیا مطلب۔۔۔؟"

دادا جان نے اشارے سے اسے خاموش رہنے کو کہا اور اپنی بات جاری رکھی:

"اس روز قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے برصغیر میں ایک الگ اسلامی مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا تھا۔ اس مطالبے نے تمام مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دی تھی۔

NOT FOR SALE

سویرا نے حیران ہو کر پوچھا: ''مسلمانوں نے الگ مملکت کا مطالبہ کیوں کیا تھا؟''

دادا جان نے ان کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ اگر تم صبر و تحمل سے کام لو، تو میں آپ دونوں کو اس بات کی تفصیل بتا سکوں گا۔ اس پر وہ دونوں خاموش بیٹھ گئے اور دادا جان نے بات شروع کی۔کئی سو سال پہلے، جب بھارت اور پاکستان ایک ملک تھا اور مسلمان یہاں کے حکمران تھے۔ پھر انگریز تجارت کے بہانے اس ملک میں آئے۔ انگریزوں نے عیاری اور دھوکے سے یہاں کے حکمرانوں میں پھوٹ اور نااتفاقی پیدا کی اور پورے ہندوستان کو اپنا غلام بنا کر یہاں کے حکمران بن بیٹھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندو بھی انگریزوں کے شریکِ کار بن گئے۔ وہ ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کو غلام رکھنا چاہتے تھے۔اس بات نے مسلمان رہنماؤں کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، جن کا رہن سہن، رسم و رواج اور مذہبی عقائد ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔ اگر انگریزوں سے نجات مل بھی جائے، تو ہندو مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنا کر ان کا اسلامی تشخص ختم کر دیں گے اور یوں ہندوستان سے مسلمانوں کا وجود ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے لیے الگ وطن حاصل کریں، جہاں وہ آزادی سے اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ اس لیے مسلمان رہنماؤں نے الگ وطن کا مطالبہ کیا۔

''تو اس مطالبے پر انگریزوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا؟''

کیوں نہیں، (دادا جان نے بتانا شروع کیا) اس مطالبے نے تو انگریز حکمرانوں کے ایوانوں پر لرزہ طاری کر دیا تھا، کیونکہ انگریز دو سو سال ہندوستان پر حکومت کرتا رہا اور اب اس ملک سے دستبردار ہونا اس کے لیے ایک ناقابلِ برداشت اور اذیّت ناک مرحلہ تھا۔

تو کیا دو سو سال میں کسی کو بھی آزادی کا خیال نہیں آیا تھا؟ سویرا کے اس سوال پر دادا جان نے ان کو بتایا کہ اس وقت مسلمان غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان کے دل

غلامی سے متنفر تھے، اس لیے وقتاً فوقتاً وہ اپنی آزادی کے لیے کوششیں کرتے رہے۔ نواب سراج الدّولہ، حیدر علی، ٹیپو سلطان اور جنرل بخت خان نے مسلّح جدوجہد کرکے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ آزادی کی اس جنگ میں ہندو بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک تھے۔ ۱۸۸۵ء میں ''انڈین نیشنل کانگریس'' کے نام سے ایک سیاسی جماعت بنائی گئی۔ اس میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک تھے۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ کانگریس بظاہر تو ملک میں بسنے والی تمام قوموں کے حقوق کے دعوے کرتی ہے، لیکن حقیقت میں وہ محض ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے۔ چنانچہ انھوں نے ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کے نام سے اپنی ایک الگ تنظیم کی بنیاد ڈالی اور ایک نئے ولولے اور جوش کے ساتھ آزادی کی راہ پر گامزن ہوئے۔ اگرچہ ان کو وقتی طور پر ناکامی کا منھ بھی دیکھنا پڑا، لیکن آزادی کی تڑپ تلواروں اور بندوقوں سے ختم نہیں کی جاسکتی۔

وقار نے ایک بار پھر پوچھا کہ مسلمانوں کے جذبۂ آزادی کو دبانے کے بعد تو، مسلمان بہت کمزور ہوگئے ہوں گے، پھر پاکستان کیسے وجود میں آیا؟

دادا جان نے جواب دیا:

''بچو! پاکستان کا قیام کوئی حادثہ نہیں تھا، جو پلک جھپکتے میں رونما ہوا ہو، بلکہ یہ اس طویل جدوجہد کا ثمر ہے، جو ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنے دین، ثقافت اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے بے شمار قربانیاں دے کر حاصل کیا۔''

دادا جان جب ۲۳ر مارچ کی وضاحت رہے تھے، تو ایک سوال نے کافی دیر سے وقار کے ذہن میں ہلچل مچائی ہوئی تھی۔ بالآخر اس نے اپنی حیرت ظاہر کی اور پوچھ لیا۔

'' داداجان! پاکستان تو ۱۴ر اگست کو بنا ہے، پھر ہم ۲۳ر مارچ کو یومِ پاکستان کیوں مناتے ہیں؟ سویرا نے بھی یہی سوال دہرایا، تو دادا جان نے ان کو بتایا کہ دنیا میں وہی

قوم ہمیشہ زندہ رہتی ہے جو اپنی تاریخ کو نہ صرف یاد رکھتی ہے، بلکہ اس سے سبق حاصل کرتے ہوئے اپنا حال اور مستقبل بہتر اور روشن بنانے کے لیے جدوجہد کرتی ہے۔ ۲۳ مارچ کا دن ہماری تاریخ کا ایک اہم دن ہے۔ اس روز آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس، منٹو پارک لاہور میں منعقد ہُوا تھا۔ اس جلسے میں الگ وطن کے لیے قرار داد پیش کی گئی، جسے قرار دادِ پاکستان کے نام سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اس قرارداد کو بھاری اکثریت سے منظور کیا گیا۔ قیامِ پاکستان کے لیے عملی جدوجہد کا آغاز کیا گیا اور صرف سات سال کے عرصے میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اس البم میں آپ دونوں نے اُس تاریخی جلسے کی تصویریں دیکھیں، جو منٹو پارک میں منعقد ہوا۔ جسے بعد میں ''اقبال پارک'' کا نام دیا گیا اور اب اس تاریخی واقعے کی یادگار کے طور پر اس میدان میں ''مینارِ پاکستان'' بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ تفصیل سن کر وقار بہت جذباتی انداز میں کہنے لگا:

واقعی یہ تاریخ ساز دن، تو ہمارے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ گویا ہمیں یہ دن شایانِ شان طریقے سے منانا چاہیے۔ سویرا نے بھی وقار کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اپنی رائے دی کہ اب تو مجھے یہ دن بھی عید کا دن لگتا ہے۔ دادا جان نے خوش ہوتے ہوئے دونوں کو داد بھری نظروں سے دیکھا اور کہا کہ اب ہم ایک آزاد وطن میں سانس لے رہے ہیں۔ اس لیے اس وطنِ عزیز کو بہتر سے بہتر بنانا ہمارا نصب العین ہونا چاہیے۔ اس وطن کی بنیادوں میں ہماری کئی نسلوں کا خون شامل ہے۔ اس لیے ۲۳؍ مارچ سو کر چھُٹی منانے کا دن نہیں، بلکہ ایک عہد کی تجدید کا دن ہے۔

یہ سن کر وقار اور سویرا کے معصوم جذبے اُبلنے لگے۔ وقار نے کہا:

''آج ہم بھی اس عہد کی تجدید کرتے ہیں کہ ہم اپنے پیارے ملک پر کبھی آنچ نہیں آنے دیں گے اور اس کی خاطر ہر طرح کے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے''۔

دادا جان بچّوں کی یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور انھوں نے فرطِ مسرت سے دونوں بچوں کو سینے سے لگا لیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کے ننھے ننھے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا:

''میرے بچو! میرے ساتھ یہ بھی وعدہ کرو کہ اس وطنِ عزیز کی خوشحالی اور استحکام کے لیے ہر دَم کوشاں رہو گے۔ اس کی محبّت کے تمام تقاضے پورے کرو گے اور اس کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرو گے۔

دونوں نے یک زبان ہو کر باآوازِ بلند کہا:

''ہم وعدہ کرتے ہیں''۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیں:

الف۔ وقار اور سویرا کی خوشی کا سبب کیا تھا؟

ب۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۴۰ء کا دن مسلمانوں کے لیے کیوں اہم تھا؟

ج۔ برصغیر کے مسلمانوں نے الگ ملک کا مطالبہ کیوں کیا؟

د۔ جب وقار نے پوچھا کہ پاکستان کیسے بنا؟ تو دادا جان نے کیا جواب دیا؟

ہ۔ دنیا میں کون سی قوم زندہ رہتی ہے؟

و۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۴۰ء کا جلسہ کہاں منعقد ہوا؟

ز۔ دادا جان نے وقار اور سویرا سے کیا وعدہ لیا؟

۲۔ سبق میں سے پانچ مرکب اضافی تلاش کریں اور انھیں جملوں میں استعمال کریں۔

۳۔ درست جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کریں:

☆۔ قیامِ پاکستان سے پہلے مسلمان.................. کی زندگی گزار رہے تھے۔
(غلامی۔ آزادی۔ خوشحالی۔ غربت)

☆۔ انگریز.............. سال ہندوستان پر حکومت کرتا رہا۔ (سو۔ دو سو۔ تین سو۔ چار سو)

☆۔ ۲۳ مارچ .... کا دن ہے۔ (آزادی۔ تجدیدِ عہد۔ چھٹی ۔جدوجہد)

☆۔ اس وطن کی بنیادوں میں کئی نسلوں کا .... شامل ہے۔ (پیسہ۔ خون۔ پسینا۔ جذبہ)

☆۔ ۲۳ مارچ کا جلسہ.............. پارک میں منعقد ہوا۔ (منٹو۔ خیبر۔ ایوب۔ جناح)

۴۔ متضاد لکھیں:

خلافِ معمول ، خوشی، خاص، غلامی، روشن، کمزور، دور۔

۵۔ والدہ کے نام بیمار پرسی کا خط لکھیں۔

سرگرمی:

☆ ۲۳ مارچ کے حوالے سے اپنے اسکول کے لیے ایک پروگرام ترتیب دیں۔

☆ اپنی کسی خاص موقع پر لی گئی ایک تصویر کاپی میں لگائیں اور اس پر دس جملے کہانی کے انداز میں لکھیں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ طلبہ کو قومی تہواروں کی اہمیت سے روشناس کرائیں۔

☆ طلبہ کو کہانی لکھنے کا طریقہ سکھائیں۔

ہوائی جہاز

تدریسی مقاصد:

☆ سائنسی ایجادات میں دلچسپی پیدا کرنا۔
☆ ہوائی جہاز کی ایجاد سے متعلق معلومات فراہم کرنا۔
☆ طلبہ کو مسلسل محنت اور عمل کی ترغیب دینا۔

خاص الفاظ و تراکیب:

وہم و گمان ۔ تغیّر و تبدّل ۔ رُوئے زمین ۔ محنتِ شاقہ ۔ اِنحصار ۔ جامد ۔ جِلا بخشنا ۔ ظہور پذیر ہونا ۔

انسان میں فطری طور پر اُڑنے کی خواہش ہمیشہ سے موجود رہی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا ایک غیر محسوس سا اظہار کبھی اس کے خوابوں میں ہوتا رہا ہے، تو کبھی قصے کہانیوں میں۔ ہوائی جہاز کی ایجاد سے پہلے اگر پرانی کہانیوں کا مطالعہ کیا جائے، تو ان میں انسان کے اُڑنے کا ایک تصور موجود ہے ،یعنی شہزادے اور شہزادیاں کسی جن یا پری کی مدد سے ایک جادوئی قالین پر بیٹھ کر ملکوں ملکوں سیر کرتی تھیں، لیکن یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ انسان کے اس خیالی اُڑن قالین کا تصور کبھی حقیقت کا روپ بھی دھار سکتا ہے۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ حیاتِ انسانی کوئی جامِد چیز نہیں، بلکہ یہ ہر لحظہ تغیر و تبدل کے اصول پر کارفرما رہی ہے اور آئے دن نت نئی چیزیں اس میں شامل ہوتی رہتی ہیں۔ یہ اسی اصول کا کرشمہ ہے کہ کل تک غاروں میں رہنے والا انسان، آج روئے زمین پر نہ صرف عالی شان محلّات میں رہتا ہے، بلکہ اپنے تجسس کے بَل بُوتے پر خلاؤں میں پہنچ کر کائنات کے بے شمار سربستہ رازوں کو افشا کرنے

میں بھی کامیاب ہوا ہے۔ خوب سے خوب تر کی اس تلاش میں، جہاں انسان نے اپنے لیے سہولیات پیدا کر کے زندگی کو آسان بنایا، وہاں اپنی اَن گنت ایجادات سے اس دنیا کے حُسن کو چار چاند بھی لگا دیے۔ انسانی جِدّ وجہد اور کارناموں کی فہرست تو بہت طویل ہے، لیکن ہوائی جہاز انسان کی ایک ایسی دلچسپ اور اہم ایجاد ہے، جس نے حیاتِ انسانی میں دوریوں اور فاصلوں کا تصور مِٹا کر ایک انقلاب برپا کردیا ہے۔

امریکہ کے ایک شہر میں آرولِ رائٹ (Orville Wright) اور وِلبر رائٹ (Wilbur Wright) دو بھائی تھے جو رائٹ برادران کے نام سے مشہور ہیں۔ ان دونوں کو انسانی پرواز کے موضوع میں نہ صرف دلچسپی تھی، بلکہ اس حوالے سے ان کے اندر خداداد صلاحیتیں بھی موجود تھیں۔ وہ سائیکل بیچنے اور مرمت کرنے کا کام کرتے تھے اور جو پیسے ہاتھ آتے، اس سے ہوا بازی سے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے تحقیقات کرتے رہتے۔ تقریباً چار سال کی مسلسل محنتِ شاقہ کے بعد آخر کار ۱۹۰۳ء میں وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ان سے قبل اس میدان میں بہت سے لوگوں نے سرتوڑ کوششیں کیں، مگر سب کو ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا۔

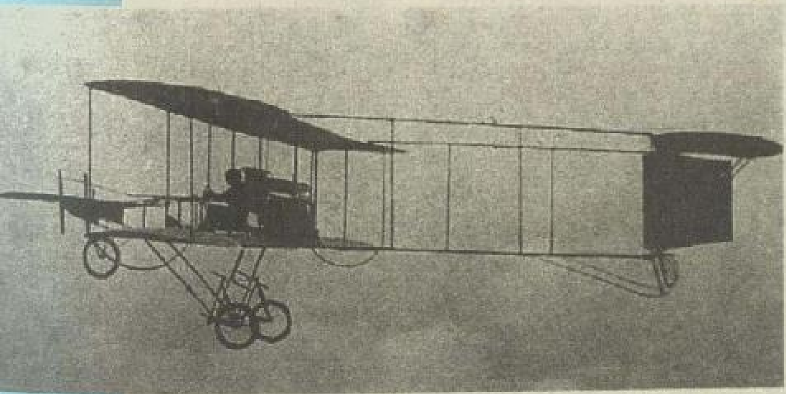

رائٹ برادران کی اس کامیابی کی ایک بڑی وجہ تو یہ تھی کہ ان دونوں بھائیوں نے انتہائی خلوص اور یگانگت سے ایک ہی موضوع پر کام کیا۔ دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے ہوائی جہاز تیار کرنے سے قبل یہ طے کیا تھا کہ پہلے وہ خود اُڑنا سیکھیں گے۔ اس مقصد کے لیے وہ چند مہینوں تک گلائیڈرز اور پتنگ بنانے اور ان کو اُڑانے کی مشقیں کرتے رہے۔ اس طرح ان دونوں بھائیوں کو بہت سی نئی اور اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء میں انھوں

نے خصوصی طور پر نئی ساخت کے دو گلائیڈرز تیار کر کے ہوا میں اُڑائے، جن میں انھوں نے ہزار سے زیادہ پروازیں کیں۔ گلائیڈرز کی اِن کامیاب پروازوں نے اُن کی کامیابی کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کی اور ان کے حوصلوں کو جلا بھی بخشی۔ انھوں نے ایک زندہ ولولے کے ساتھ اپنے کام کو جاری رکھا اور کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔

ان سے پیشتر، جن لوگوں نے ہوائی جہاز بنانے میں اپنی جانیں کھپائیں، دراصل اُن کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ جہاز کے پہیوں کو زمین کی سطح سے بلند کر کے کس طرح فضا میں پرواز کو ممکن بنایا جائے، جبکہ ان سب کے برعکس رائٹ برادران نے اس طرف زیادہ توجہ دی کہ جہاز کو کس طرح فضا میں بلند رکھا جائے۔ اس لیے انھوں نے بیشتر وقت اور صلاحیتیں ایسا طریقہ دریافت کرنے میں صرف کیں، جن سے جہاز کو ہوا میں متوازن اور مستحکم رکھا جا سکے۔ اس مقصد کی خاطر انھوں نے جہاز کے پروں میں کئی اضافے کیے، ہوا کے لیے ایک الگ خانہ بنایا چونکہ ہوا کے دباؤ کا انحصار پروں کی ساخت پر تھا، اس لیے انھوں نے خصوصی توجہ دی اور کامیاب رہے۔

شب و روز کی اس محنت کے بعد رائٹ برادران نے ایک مستری کی مدد سے خود ایک انجن تیار کیا اور اپنے جہاز کے لیے پنکھے بھی خود ہی بنوائے۔ یہ تمام تیاری جب مکمل ہوگئی، تو ان کی پہلی اُڑان کا ناقابل فراموش واقعہ ۱۷؍ دسمبر ۱۹۰۳ء کو رونما ہوا۔ اُس روز دونوں بھائی خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے، کیونکہ وہ اپنے مقصد کو پا چکے تھے۔ ان دونوں نے اپنی اس محنت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی، اس لیے کامیابی نے ان کے قدم چُومے۔ اس پہلی پرواز کے دن دونوں بھائیوں نے دو دو پروازیں کیں۔ پہلی پرواز آرول رائٹ نے کی جو بارہ سیکنڈ جاری رہی اور تقریباً ۱۲۰ فٹ کا فاصلہ طے کیا، جبکہ دوسری پرواز ولبر رائٹ نے کی جو ۵۹ سیکنڈ

تک جاری رہی اور ۸۵۲ فٹ کا فاصلہ طے ہوا۔ یہ ایک ناقابل یقین کارنامہ تھا، جو اِن دونوں بھائیوں نے انجام دیا۔ پہلی پرواز کے لیے استعمال ہونے والے اس جہاز کو انھوں نے ''فلائیر'' کا نام دیا تھا، جسے آج ہم ''کیٹی ہاک'' کے نام سے جانتے ہیں۔ اس کے پر چالیس فٹ لمبے اور تقریباً ۷۵۰ پاؤنڈ وزنی تھے۔ اس میں بارہ ہارس پاور کا انجن بھی لگا تھا، جس کا وزن ۱۷۰ پاؤنڈ تھا۔ انسان کو ہواؤں کی سیر کرانے والا یہ پہلا جہاز، آج بھی واشنگٹن ڈی سی کے نیشنل ایئر اینڈ سپیس میوزیم میں محفوظ ہے۔

یہ وہ دَور تھا جب ذرائع ابلاغ محدود تھے۔ اس لیے ایک عرصے تک لوگ اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں تھے، کہ انسان ہوا میں پرواز بھی کرسکتا ہے۔ اس کے باوجود ان دونوں بھائیوں نے اپنا یہ مشن جاری رکھا اور کامیابی کی کئی منزلیں طے کیں۔ اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے انھوں نے فلائیر کے بعد ایک نیا جہاز'' فلائیر II'' تیار کیا، جس میں انھوں نے ۱۹۰۴ء میں ۱۰۵ پروازیں کیں۔ اس کے بعد میدانِ عمل میں ان کا ایک اور بڑا کارنامہ ظہور پذیر ہوا، کیونکہ انھوں نے فلائیر III کی صورت میں پہلے سے ایک بہتر جہاز ۱۹۰۵ء میں تیار کرلیا تھا بدقسمتی سے اب بھی لوگوں کو اس امر پر یقین نہیں آرہا تھا کہ ہوائی جہاز واقعی ایجاد ہوچکا ہے اور اب انسان کا ہوا میں اُڑنا ناممکن نہیں رہا۔ تاہم ۱۹۰۸ء تک یہ دونوں بھائی امریکی حکومت کو اس بات پر قائل کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے کہ اس ایجاد پر بھروسا کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد امریکی حکومت نے اپنے جنگی شعبے کے لیے ہوائی جہاز بنانے کے لیے ان سے معاہدہ کرلیا۔ اس طرح ان کی تمام تر کوششیں بارآور ثابت ہوئیں اور یہ عظیم کارنامہ منظرِ عام پر آگیا۔

یہ کہنا غلط نہیں کہ ہوائی جہاز نے انسانی تاریخ میں ایک انقلاب برپا کردیا۔ اگرچہ اس میدان میں عرصۂ دراز تک بہت سے لوگ سرگرمِ عمل رہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہوائی جہاز جیسی مفید

اور حیران کن ایجاد کا سہرا رائٹ برادران کے سر ہی بندھتا ہے، جنھوں نے انسانی پرواز کے خواب کو ممکن بنایا اور ایک فرضی جادوئی کہانی کو حقیقت کا رُوپ دیا۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

ا۔ ہوائی جہاز کن کی ایجاد ہے؟

ب۔ رائٹ برادران کی کامیابی کا راز کیا ہے؟

ج۔ ہوائی جہاز کو ہوا میں متوازن رکھنے کے لیے رائٹ برادارن نے کیا طریقہ دریافت کیا؟

د۔ کیٹی ہاک کی وضاحت کریں۔

۲۔ متضاد لکھیں :

انسان۔ جامد۔ متوازن۔ بدقسمتی۔ جنگ۔ خواب۔ معلوم۔ ترقی۔

۳۔ جملے درست کریں :

ا۔ میرا گھر دریا کے کنارے واقعہ ہے۔

ب۔ ۱۴ر اگست کے دن ہم یوم آزادی مناتے ہیں۔

ج۔ اس کے سر میں درد ہو رہی ہے۔

د۔ مُنّے کا ناک بہ رہا ہے۔

ہ۔ وہ ماہِ رمضان کے مہینے میں آئے گا۔

۴۔ ''سانچ کو آنچ نہیں'' کے عنوان پر کہانی لکھیں۔

۵۔ مذکر کی مؤنث اور مؤنث کے مذکر لکھیں۔

خالہ، مالی، جادوگر، ساس، بہن، پڑوسی۔

سرگرمی :

کم از کم دس جدید سائنسی ایجادات کے نام لکھیں۔

ہدایت برائے اساتذہ :

☆ صحتِ تلفظ کے ساتھ خود بھی سبق پڑھیں اور طلبہ سے خواندگی کرائیں۔

☆ سائنس کی اہمیت اجاگر کریں۔

☆ طلبہ کو کچھ جدید جہازوں کے نام بتائیں۔

مفلسی

خاص الفاظ و تراکیب:	تدریسی مقاصد:
مُفلسی ۔ تلک ۔ تونگر ۔ حقیر ۔ اشراف ۔ عالم و فاضل ۔ غریب غربا ۔ اہلِ فضل ۔	☆ ہلکے پھلکے انداز میں مفلسی کا دکھ بیان کرنا۔ ☆ غربت کے مسائل کا احساس دلانا۔ ☆ صنفِ نظم ''مخمس'' سے روشناس کرانا۔

جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی!
کِس کِس طرح سے اس کو ستاتی ہے مفلسی
پیاسا تمام روز بٹھاتی ہے مفلسی
بھوکا تمام رات سُلاتی ہے مفلسی
یہ دکھ وہ جانے، جس پہ کہ آتی ہے مفلسی

جو اہلِ فضل، عالم و فاضل کہاتے ہیں!
مفلس ہوئے، تو کلمہ تلک بھول جاتے ہیں
پوچھے کوئی ''الف'' تو اسے ''ب'' بتاتے ہیں
وہ جو غریب غرباء کے لڑکے پڑھاتے ہیں
ان کی تو عمر بھر نہیں جاتی ہے مفلسی

جب روٹیوں کے بٹنے کا آکر پڑے شمار
مفلس کو دیویں ایک، تونگر کو چار چار
گر مانگے اور وہ، تو اسے جھڑکیں بار بار
اس مفلسی کا آہ بیاں کیا کروں میں یار
مفلس کو اس جگہ بھی چباتی ہے مفلسی

دنیا میں لے کے شاہ سے، اے یارو! تا فقیر
خالق نہ مفلسی میں کسی کو کرے اسیر
اشراف کو بناتی ہے ایک آن میں حقیر
کیا کیا میں مفلسی کی خرابی کہوں نظیرؔ
وہ جانے، جس کے دل کو جلاتی ہے مفلسی

(نظیرؔ اکبر آبادی)

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں:

ا۔ مفلسی سے کیا مراد ہے؟

ب۔ مفلس کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

ج۔ "مفلس کو دیویں ایک، تونگر کو چار چار" سے کیا مراد ہے؟

د۔ آخری بند میں شاعر نے کیا دُعا کی ہے؟

۲۔ اس نظم کا مرکزی خیال تحریر کریں۔

۳۔ نظم کے دوسرے بند کی تشریح کریں۔

۴۔ ہم اپنے ملک سے غربت دور کرنے کے لیے کیا کچھ کر سکتے ہیں؟

۵۔ غریب کے مقابلے میں دولت مند کی معاشرے میں کیوں زیادہ عزت ہوتی ہے؟

۶۔ اس نظم کا خلاصہ تحریر کریں۔

۷۔ جملے بنائیں:

مفلسی۔ تونگر۔ اشراف۔ اسیر۔ عمر بھر۔

سرگرمی:

سکول چھوڑنے کا سرٹیفکیٹ لینے کے لیے پرنسپل کے نام درخواست لکھیں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ طلبہ سے نظم کی بلند خوانی کرائیں۔ تلفظ درست کرائیں۔

☆ طلبہ کے مابین کسی بھی موضوع پر ایک تقریری مقابلہ منعقد کروائیں۔

☆ طلبہ کو درخواست لکھنے کے اصول وضوابط سکھائیں۔

NOT FOR SALE

ہمارا پرچم

تدریسی مقاصد:

☆ قومی پرچم کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔
☆ قومی پرچم کی اہمیت سے روشناس کرانا۔
☆ مکالمہ لکھنے کی تربیت دینا۔

خاص الفاظ و تراکیب:

تَوَقُّف۔ قدر و قیمت۔ طنزیہ۔ توقیر۔
ناگُزیر۔ پرچم کشائی۔ تردّد۔ حُبّ الوطنی۔

(واہگہ بارڈر پر پرچم کُشائی کے جذباتی مناظر دیکھنے کے بعد، سہیل اپنے دوست واجد کے ساتھ گھر کے لیے واپس روانہ ہوا۔ تھوڑی دور جا کر سہیل نے بڑے والہانہ انداز میں ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا اور اپنے دوست سے مخاطب ہوا)

سہیل: آج تو سچ مچ بڑا مزہ آیا۔ (واجد خاموش رہا تو سہیل نے تردّد سے پوچھا)، تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟

واجد: ہاں ٹھیک ہے .... میں نے کہا بھی تھا کہ بادشاہی مسجد دیکھنے جاتے ہیں، لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔

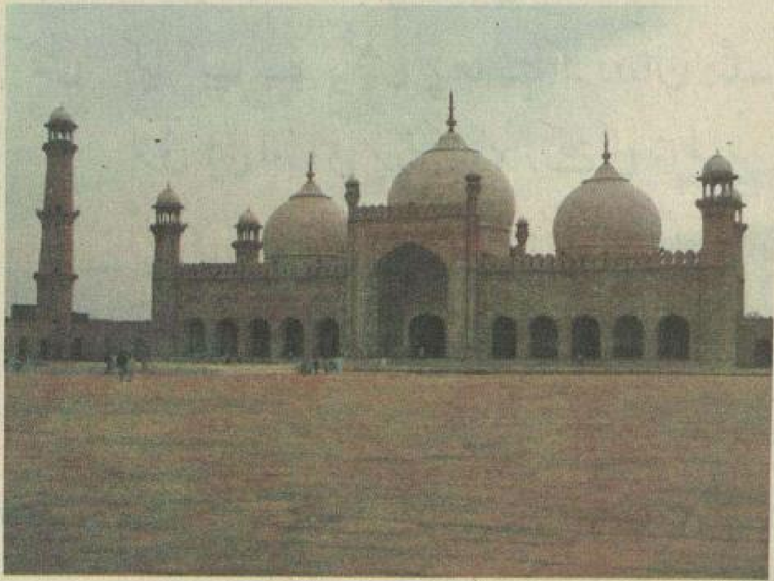

سہیل: (حیرت سے) کیا مطلب؟ کیا تمھیں یہ سب اچھا نہیں لگا؟

واجد: (اکتائے ہوئے لہجے میں) اچھا تو لگا، لیکن آج میں بادشاہی مسجد دیکھنا چاہتا تھا۔

سہیل: میرے دوست! وہاں کل چلے جائیں گے۔ ویسے بھی یہاں آکر یہ جذباتی مناظر دیکھنے سے ہمارا حبُ الوطنی کا جذبہ بہت بڑھ جاتا ہے۔

واجد: اس میں تو کوئی شک نہیں، لیکن مجھے لگتا ہے کہ یہ جذباتی غلبہ بس وقتی ہی ہوتا ہے۔ اس کے بعد کس کو پرچم یاد رہتا ہے۔

سہیل: لگتا ہے آپ کو اس پرچم کی اہمیت اور قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔ میرے دوست! یہ پرچم ہمارے لیے بہت اہم ہے۔

واجد: (مسکراتے ہوئے) یقیناً یہ اہم ہے، لیکن جو چیز ہر کوئی چند روپے دے کر گھر کی چھت پر لہرا سکتا ہو، اس کی اہمیت کا خیال پھر کسی کو نہیں رہتا۔

NOT FOR SALE

سہیل: بات چند روپوں کی نہیں ہے۔ پرچم تو کسی بھی ملک کے وقار کی علامت ہوتا ہے۔

واجد: (طنزیہ لہجے میں) اچھا! وہ کیسے؟

سہیل: کیا آپ نے یہ نہیں پڑھا ہے کہ دورانِ جنگ افواج اپنے جھنڈے کے سائے تلے لڑتی ہیں اور اسی پرچم کو بلند رکھنے کی خاطر مرمٹنے پر تیار ہوجاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی ملک کا پرچم الٹا لہرا دیا جائے یا گرادیا جائے، تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس قوم کا وقار اور اس کی پہچان ختم ہوگئی ہے۔

(یہ سن کر واجد کچھ دیر کے لیے سوچ میں پڑ گیا، پھر بولا)

واجد: بات تو تمھاری بالکل ٹھیک ہے، لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ کپڑے کے چھوٹے سے ٹکڑے کو ہم اپنی عزت اور وقار کی نشانی کیوں سمجھتے ہیں۔ اصل چیز تو محنت اور عمل ہے اور اسی سے قومیں ترقی کرتی ہیں۔ میرے خیال میں اگر ہم دنیا کے نقشے پر خود کو قائم و دائم دیکھنا چاہتے ہیں، تو اس کے لیے ہمیں دن رات محنت کرنا ہوگی۔ صرف پرچم لہرانے سے دنیا میں عزت نہیں ملتی۔

سہیل: تمھارا کہنا بجا ہے، محنت کی عظمت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، لیکن پرچم کو محض کپڑے کا ایک ٹکڑا سمجھنا بھی تو غلط ہے۔ محنت کے بعد جب کوئی قوم دنیا میں اپنا مقام بناتی ہے، تو یہی پرچم نہ صرف اس قوم کی نمائندگی کرتا ہے بلکہ اس کے پیغام کو دنیا پر ظاہر کرتا ہے۔

واجد: پیغام! کیا مطلب ہے؟ میں سمجھا نہیں۔

سہیل: دیکھو میرے دوست! ہمارا قومی پرچم دو رنگوں پر مشتمل ہے۔ جس کے مرکز میں چاند تارا بنا ہوا ہے۔ اس پرچم کا سبز رنگ مسلمانوں کی اکثریت کو ظاہر کرتا ہے۔

واجد: (کچھ سوچتے ہوئے) تو پھر یقیناً اس کا سفید رنگ ملک میں بسنے والی اقلیتوں کی نمائندگی کرتا ہوگا۔

سہیل: جی ! بالکل صحیح سمجھے ہو۔

واجد: تو پھر اس میں کون سا پیغام پوشیدہ ہے؟

سہیل: پوشیدہ نہیں۔ میرے دوست! بالکل واضح ہے۔ بلکہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

واجد: وہ کیا؟

سہیل: دراصل یہ سفید رنگ امن کی علامت بھی ہے جس کی ساری دنیا کو بہت ضرورت ہے۔
(واجد نے کچھ کہنا چاہا، لیکن سہیل نے اسے روک کر کہا)
میں جانتا ہوں اب تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ اس پرچم پر چاند تارا کیوں ہے؟

واجد: (حیرت سے) واقعی ! میں یہی سوچ رہا تھا۔

سہیل: قومی پرچم کے درمیان میں بنا ہوا یہ چاند تارا روشنی کا مظہر ہے۔

واجد: اچھا! تو آج واہگہ بارڈر پر شاید میں اس لیے اُکتا گیا تھا کہ مجھے ان اصل حقائق کا علم نہیں تھا۔

سہیل: تو اب تمھارا کیا خیال ہے؟

واجد: یہی کہ آج میں نے صحیح معنوں میں اپنے وقت کو استعمال کیا ہے۔ سچ پوچھو تو اب میں بہت خوش ہوں۔

بلکہ میرا تو جی چاہتا ہے کہ ابھی ابھی بارڈر پر جو پرچم اتارا گیا ہے، اسے جا کر ایک بار پھر لہراؤں۔

سہیل: لیکن شام کے وقت قومی پرچم نہیں لہرایا جاتا۔

واجد: وہ کیوں؟

سہیل: اس لیے کہ شام کے ڈھلتے سائے اِس پر نہ پڑیں، چونکہ یہ زوال کا وقت ہوتا ہے۔ اس لیے عقیدتاً غروب ہوتے سورج اور رات کی پھیلتی ہوئی تاریکی سے اِسے محفوظ رکھنے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔

واجد: (خوشی کا اظہار کرتے ہوئے)۔ اب میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ طلوعِ آفتاب کا نور پھیلتے ہی اسے کیوں لہرایا جاتا ہے اور پھر غروبِ آفتاب کے وقت کیوں اُتارا جاتا ہے۔ یہ تو بڑا اچھا فلسفہ ہے۔

(وہ دونوں اپنی گلی میں داخل ہوئے تو کاغذ کا ایک چھوٹا اور بوسیدہ سا جھنڈا زمین پر پڑا ہوا نظر آیا۔ سہیل نے جلدی سے وہ جھنڈا اٹھا کر لپیٹا اور جیب میں رکھ لیا۔

واجد: یہ تو کاغذ کا بنا ہوا ہے اور ویسے بھی اس طرح کے جھنڈے تو اگست کے مہینے میں لاتعداد ضائع ہوتے ہیں۔

سہیل: کاغذ اور کپڑا اہم نہیں ہوتا۔ یہ ہماری قومی عظمت کا نشان ہے اور ہمارے لیے یہ نشان اہم ہے۔ اس لیے اس کی توقیر میں اضافہ کرنا اور اس کے تقدس کا خیال رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

واجد: پھر تو ہمیں عام جگہوں پر قومی پرچم لہرانے سے گریز کرنا چاہیے اور ۱۴ر اگست کے قومی تہوار کے موقع پر اگر ایسا کرنا ناگزیر ہو، تو پھر ضروری ہے کہ بعد میں اس کو بے حرمتی سے بچایا جائے۔

سہیل: بالکل صحیح۔ یہ سبز ہلالی پرچم ہماری پہچان اور ہمارے قومی وقار کا نشان ہے۔ اس لیے اس کا احترام بہت ضروری ہے۔

واجد: میرے دوست ! آج تم نے اتنی قیمتی معلومات دے کر میرے وقت کو ضائع ہونے سے بچالیا، لیکن میں حیران ہوں کہ تمھیں یہ سب باتیں کس نے بتائی ہیں؟

سہیل: میرے تایا ابو نے۔

اگلی صبح جب سہیل سکول پہنچا تو یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ اُس کا دوست واجد اپنے ہم جماعتوں کو قومی پرچم کے آداب سکھا رہا تھا۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیں:

ا۔ واجد کی اکتاہٹ کا سبب کیا تھا؟

ب۔ واجد کے خیال میں عزّت اور وقار کے لیے کیا چیز ضروری ہے؟

ج۔ قومی پرچم میں سبز اور سفید رنگ کس چیز کی علامتیں ہیں؟

د۔ سہیل کے مطاق قومی پرچم کا چاند ستارا کیا واضح کرتا ہے؟

ہ۔ شام کے وقت قومی پرچم کو لہرانا ٹھیک نہیں۔ کیوں؟

و۔ اگر پرچم بہت پرانا ہوجائے تو اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟

۲۔ روزمرہ کے مطابق جملے درست کریں:

ا۔ اس نے میرے برخلاف گواہی دی۔

ب۔ جی نے چاہا تو آجاؤں گا۔

ج۔ بچّہ نے ماں سے روٹی مانگی۔

د۔ ان سے میرا سلام بولنا۔

ہ۔ وہ دن بدن کمزور ہو رہی ہے۔

۳۔ مترادف لکھیں:

ہلال۔ آفتاب۔ مرکز۔ عیاں۔ جھنڈا۔ توقیر۔

۴۔ درج ذیل جملوں میں محاورات کے غلط استعمال کو درست کر کے دوبارہ لکھیں۔

ا۔ آگ کا جلا چھاچھ پھونک کر پیتا ہے۔

ب۔ گائے کے آگے بین بجانا بے فائدہ ہے۔

ج۔ پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔

د۔ میری کامیابی کا سہرا آپ کے سر پر ہے۔

ہ۔ وہ تو ناک پر مچھر نہیں بیٹھنے دیتا۔

و۔ آپ کو مشورہ دینا سورج کو دیا دکھانا ہے۔

سرگرمی:

سکول میں منعقد کی گئی کسی تقریب کی روداد لکھیں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ طلبہ سے ان مکالموں کی بلند خوانی کروائیں۔

☆ قومی پرچم کے بارے میں طلبہ کو مزید معلومات مثلاً جھنڈے کے سائز وغیرہ کے بارے میں بتائیں نیز قومی پرچم کے احترام کی ترغیب دیں۔

ملاقات

خاص الفاظ و تراکیب:	تدریسی مقاصد:
مُڈ بھیڑ۔ اِشتیاق۔ پُرنمود۔ مَسحُور کُن۔ لہلہاتے۔ قُدرتِ یزداں۔ دِقّت۔ مُستَفِید۔ حِیل و حُجت۔ لایعنی۔ لاج۔ حیات افروز۔ گہوارا	☆ شہری اور دیہی زندگی کے مسائل اجاگر کرنا۔ ☆ شہری اور دیہی زندگی کے مثبت پہلوؤں کو سامنے لانا۔

ایک دفعہ دیہات اپنی زندگی میں بہتری کے امکانات کو روشن کرنے کے لیے شہر کی طرف سفر پر روانہ ہوا، لیکن دورانِ سفر ہی ایک پڑاؤ پر اس کی مُڈبھیڑ شہر سے ہوگئی۔

گاؤں: کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں تو آپ کی طرف آرہا تھا۔

شہر: مجھے بھی آپ سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اس پُرنمود دنیا میں اب بھی آپ بہت پُرسکون اور مسحور کن زندگی گزار رہے ہیں۔ میں آپ سے یہ گُر سیکھنا چاہتا ہوں۔

گاؤں: حیرت ہے! میں بھی اسی نیت سے آپ کے پاس آرہا تھا کہ آپ سے پُرآسائش زندگی کا بھید معلوم کرسکوں۔

(یہ کہہ کر دیہات اپنی خاصیتیں گنوانے لگا)

میں انسانی آبادی کا اوّلین گہوارہ ہوں، چونکہ میری زندگی مصنوعی تکلفات سے پاک ہے۔ اس لیے مجھے خدا کی ایک بہت بڑی نعمت سمجھا جاتا ہے۔ اگر فطرت کو اپنے اصل روپ

میں دیکھنا ہو، تو مجھ سے بہتر مثال تمھیں کہیں نہیں ملے گی۔ میرا ہر نظارہ دِل کش اور دل فریب ہوتا ہے۔ لہلہاتے ہوئے کھیت، ہرے بھرے سایہ دار درخت اور کھُلی فضا میں حدِ نگاہ تک فطرت کے کرشمے، یہ سب قدرت کے عطیے ہیں۔ میں اپنے ماحول کو بہت پُرسکون رکھتا ہوں۔ یہاں تک کہ میری آب وہوا میں سانس لینے والے بھی توانا اور صحت مند رہتے ہیں۔ ہمیشہ بِنا حیل و حجت دوسروں کی مدد کرتا ہوں اور خود کو مکر وفریب سے دور رکھتا ہوں۔ میری آغوش میں جو بھی پرورش پاتا ہے، وہ خلوص اور صاف دلی کا پیکر ہوتا ہے۔ اپنی قسمت پر صابر وشاکر رہتا ہوں۔ دوسروں کی خوشی میں اپنا سُکھ دیکھتا ہوں اور ان کے غم پر دکھی ہوتا ہوں۔

شہر: آپ کی زندگی تو واقعی قابلِ تحسین ہے۔ پھر آپ میری طرف کیوں آرہے تھے؟ کیا آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا بھی ہے، جس سے آپ مطمئن نہیں؟

گاؤں: جس طرح تصویر کے دو رُخ ہوتے ہیں، اسی طرح میری ان تمام خوبیوں کے باوجود مجھ میں کچھ کمزوریاں بھی ہیں، لیکن وہ بتانے سے پہلے میں آپ کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں۔

شہر: میری زندگی تو ایک کھُلی کتاب ہے، جسے ہر کوئی آسانی سے پڑھ سکتا ہے۔ لیکن میں پہلے تمھیں اپنی کچھ اچھی باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ میری ایک بنیادی اور بڑی خوبی تو یہ ہے کہ تعلیمی سہولتیں عام ہونے کی وجہ سے، میں ہر طرح کے علم وفن سے مستفید ہوسکتا ہوں۔ اس کے علاوہ بھی زندگی کی ہر ضرورت اور آسائش ہر وقت میری دسترس میں رہتی ہے۔ طبی سہولتیں، بہتر سے بہتر ڈاکٹر اور حکیم، ملازمت اور کاروبار کے بہتر مواقع، تفریحی سہولتیں، بہتر ذرائع آمدورفت، صنعتی ترقی کے لیے فیکٹریاں اور دیگر صنعتی ادارے اِن سب سہولتوں کی فراوانی نے میری زندگی کے معیار کو بہت بلند کردیا ہے۔

گاؤں: اگر آپ میں یہ سب خوبیاں موجود ہیں، تو پھر یہ سوچنا حماقت ہوگی کہ آپ کی زندگی کا

کوئی تاریک پہلو بھی ہو سکتا ہے۔

شہر: نہیں! ایسی بات نہیں، جس طرح آپ نے بتایا کہ تصویر کے دو رُخ ہوتے ہیں۔ یہ بات مجھ پر بھی صادق آتی ہے۔

گاؤں: وہ کیسے؟

شہر: یہ میں بعد میں بتاؤں گا، پہلے مجھے ان پہلوؤں سے آگاہ کیجیے، جو آپ کے لیے عدم اطمینان کا باعث ہیں۔

گاؤں: (افسردہ لہجے میں) آپ تو تعلیم کی روشنی سے جہالت کے اندھیرے ختم کردیتے ہیں، لیکن میری بدقسمتی یہ ہے کہ میں اعلیٰ اور جدید تعلیم کی برکتوں سے محروم ہوں، جس کی وجہ سے میں فضول اور لا یعنی رسم و رواج کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں۔ اسی قدامت پسندی کی وجہ سے میں اکثر تنگ نظری کا شکار رہتا ہوں۔ آپ کے برعکس مجھے ضروریاتِ زندگی کے حصول میں بہت دِقّت اُٹھانی پڑتی ہے۔ علاج معالجے کی کوئی بہتر سہولت ہے نہ آمدورفت کے بہتر ذرائع سینما، تھیٹر اور پارک جیسی تفریحی سہولیات سے بھی میں کوسوں دور ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں اکثر اوقات اکتاہٹ سی محسوس کرنے لگتا ہوں اور عدم تحفظ کے احساس میں گرفتار رہتا ہوں۔

شہر: اس کا مطلب ہوا کہ جو خوبصورتی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے، وہ میری قسمت میں نہیں اور جس حُسن سے مجھے مالا مال کیا ہے، وہ آپ کے پاس نہیں۔

گاؤں: کیا مطلب؟

شہر: جو صاف اور پُر سکون آب وہوا آپ کے پاس ہے، اس کے لیے میں ترستا ہوں۔ ٹریفک کے شور اور کارخانوں کے دھوئیں سے نہ میری صحت اچھی رہتی ہے اور نہ سکون کے لمحات میسر آتے ہیں۔

NOT FOR SALE

میری زندگی ترقی کے راستے پر رواں دواں ضرور ہے، لیکن میرے پاس رہنے کے لیے ایک تنگ و تاریک ڈبا نما مکان کے سوا کچھ بھی نہیں ۔ جو سادگی آپ کا زیور ہے، میں نے کبھی اس کو پاس پھٹکنے نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس پُرتکلف اور نمود و نمائش والی زندگی نے میرے سکونِ قلب کو غارت کر کے رکھ دیا ہے۔ اس مصنوعی پن کی لاج رکھنے کی خاطر اب یہ زندگی ایک مشین بن کر رہ گئی ہے، جس میں آپ جیسے حیات اَفروز جذبات و احساسات نہیں ملتے۔ بے شمار دھندوں میں الجھنے کے باعث مجھے خود اپنے لیے وقت نہیں ملتا، تو دوسروں کے دکھ سکھ میں کیا شریک ہوں گا، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

”جتنا بڑا شہر ہو اتنی بڑی تنہائی ہوتی ہے“

گاؤں: ان تمام باتوں سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔

شہر: بالکل صحیح۔ آج میں اسی تبدیلیِ آب و ہوا کی خاطر آپ کی طرف آ رہا تھا۔

گاؤں: تو پھر اگر یہ طے ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہیں، تو یہاں ایک قصبہ بساتے ہیں جس کی زندگی میں میری سادگی اور تمھاری رونقیں اور آسائشیں موجود ہوں۔

شہر: یہ آپ نے خوب کہا، شاید یہ نئی زندگی ہم کو راس آجائے۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیں:

ا۔ دیہی زندگی کی خوبیاں بیان کریں۔

ب۔ شہری زندگی کے روشن پہلو کون کون سے ہیں؟

ج۔ نیا قصبہ آباد کرنے کی کیا وجوہات تھیں؟

د۔ شہر کس سے ملنے جا رہا تھا اور کیوں؟

ہ۔ دیہی اور شہری زندگی کے تاریک پہلوؤں پر روشنی ڈالیں۔

۲۔ اس سبق میں سے پانچ الفاظ و تراکیب تلاش کر کے جملوں میں استعمال کریں۔

۳۔ خط کشیدہ الفاظ کے مترادف لگا کر جملہ دوبارہ لکھیں۔

ا۔ شہر کو گاؤں سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔

ب۔ گاؤں اپنی خاصیتیں گنوانے لگا۔

ج۔ گاؤں انسانی آبادی کا اولین گہوارہ ہے۔

د۔ شہری زندگی آسائشوں سے بھرپور ہوتی ہے۔

ہ۔ جتنا بڑا شہر ہو اتنی بڑی تنہائی ہوتی ہے۔

۴۔ درج ذیل جملوں کو درست کر کے دوبارہ لکھیں:

ا۔ میز کے اوپر کتابیں پڑی ہیں۔

ب۔ یہ میرا دولت خانہ ہے۔

ج۔ بے فضول باتیں مت کرو۔

د۔ بارش برس رہی ہے۔

ہ۔ آپ کی مزاج کیسی ہے؟

سرگرمی:

دیہاتی اور شہری زندگی کی پانچ پانچ خوبیاں اور خامیاں لکھیں۔

ہدایت برائے اساتذہ:

☆ طلبہ سے شہر اور دیہات کے مکالموں کی بلند خوانی کرائیں۔ مشکل الفاظ و تراکیب کے معنی بتائیں۔

☆ طلبہ کو مکالمہ لکھنے کا طریقہ سکھائیں۔

NOT FOR SALE

ہم وطن بھائیو، ہم وطن دوستو

تدریسی مقاصد:

- ☆ اتحاد واتفاق کا جذبہ پیدا کرنا۔
- ☆ وطن سے محبت پیدا کرنا۔
- ☆ حرکت وعمل کی ترغیب دینا۔
- ☆ ہم آواز الفاظ سکھانا۔

خاص الفاظ وتراکیب:

مُقدس۔ تاباں ۔ حوادث۔

آؤ بدلیں پُرانا چلن دوستو!
ہم وطن بھائیو! ، ہم وطن دوستو!

دیس اپنا ہے یہ، اپنی دولت ہے یہ
ہم امیں ہیں، مقدس امانت ہے یہ
اس امانت کی مل کر حفاظت کرو!
ہم وطن بھائیو! ہم وطن دوستو!

رات کو، چاند تاروں سے تاباں کرو
صبح کی روشنی میں سویرے بھرو
اِن اُجالوں کو ہمراہ لے کر چلو!
ہم وطن بھائیو! ہم وطن دوستو!

آؤ مل کر حوادث کا رُخ موڑ دیں
ٹھہر جائے جو منزل، اسے چھوڑ دیں
آؤ آگے بڑھو اور آگے بڑھو!
ہم وطن بھائیو! ہم وطن دوستو!

غفلتوں میں کئی منزلیں کھو چکے اپنی محرومیوں پر بہت رو چکے

اُٹھو! آؤ! نئے وقت کا ساتھ دو!
ہم وطن بھائیو! ہم وطن دوستو!

(صوفی تبسم)

مشق

ا۔ درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں:

ا۔ نظم میں ''مقدس امانت'' سے کیا مراد ہے؟

ب۔ شاعر نے اس نظم میں کس عزم اور ارادے کا اظہار کیا ہے؟

ج۔ وطن کی حفاظت کے لیے متحد ہونا کہاں تک ضروری ہے؟

د۔ مفہوم واضح کریں:

آؤ مل کر حوادث کا رُخ موڑ دیں
ٹھہر جائے جو منزل اسے چھوڑ دیں

۲۔ مترادف لکھیں:

دیس۔ کہنہ۔ تاباں۔ روشنی۔ بشر۔ آس۔

۳۔ درج ذیل کے ہم آواز الفاظ نظم میں سے تلاش کر کے لکھیں:

امانت۔ چلن۔ موڑ۔ رو۔

۴۔ ''حُب وطن'' پر چار پیراگراف کا مضمون لکھیں۔

سرگرمی:

اس نظم کے علاوہ کوئی ایسی نظم تلاش کر کے اپنے ساتھیوں اور اساتذہ کو سنائیں، جس میں شاعر نے وطن سے محبت کا اظہار کیا ہو۔

ہدایت برائے اساتذہ:

نظم کی بلند خوانی، آہنگ اور لے کے ساتھ کرائیں۔

طلبہ کو بتائیں کہ ایک ہی معنی رکھنے والے کئی الفاظ ہوتے ہیں، جنھیں مترادف الفاظ کہا جاتا ہے۔ آپ مثالوں کے ذریعے اس کی وضاحت کریں۔

فرہنگ

حمد

ابتدائے کار	کام کا آغاز
نثار	قربان
نطق	بولنے کی قوت

معراج	بلندی
سعادت	خوش نصیبی
مسرتیں	خوشیاں

غازی علم دین شہید

اوراق	ورق کی جمع
کتب فروش	کتابیں بیچنے والا
مذموم	بُرا، قابل مذمت
سرفروش	سر قربان کرنے والا
سعادت	خوش نصیبی
نعش	لاش
نذرانہ	تحفہ

بے لوث	پُرخلوص
نعوذ باللہ	اللہ کی پناہ
غیّور	غیرت مند
غیظ و غضب	سخت غصہ
شمعِ رسالت	رسالت کی شمع مراد حضرت محمدؐ
لبریز	بھرا ہوا

نعت

بَر لانا	پورا کرنا
ملجا	پناہ ملنے کی جگہ
ماویٰ	جائے پناہ / ٹھکانا
مولیٰ	آقا / سردار
طلا	سونا

بداندیش	برا چاہنے والا / دشمن
مفاسد	خرابیاں / بُرائیاں
مِس خام	کچا تانبا
کندن	خالص سونا
قرنوں	صدیوں پر پھیلا ہوا زمانہ

پیکر شجاعت

حمیّت	غیرت
سپوت	فرمانبردار بیٹا
صوم وصلوٰۃ	روزہ اور نماز
برسرِ پیکار	لڑنے پر آمادہ
منہ کی کھانا	شکست کھانا
قفس عنصری	جسم ، خاکی جسم

جوانمردی	بہادری
نامساعد	ناموافق
ولولہ	جوش
برف پوش	برف سے ڈھکے ہوئے
کچھار	جہاں شیر رہتے ہیں

فطرت کے خلاف بغاوت

مٹر گشت	سیر / چہل قدمی
بے تحاشا	بہت زیادہ
عفریت	بھوت۔ بلا
ازالہ	تلافی کرنا / نقصان پورا کرنا

خنکی	ٹھنڈک
نرالی	انوکھی
کُوڑا	خس وخاشاک
فاسد مواد	خراب مادہ

بارش کا پہلا قطرہ

گوں	کی طرح
کھچڑی پکنا	خفیہ صلاح مشورہ کرنا
ہچر مچر	پس و پیش کرنا
نہال	خوش

جوگا	قابل
شناور	تیرنے والا
خیابان	چمن

طبعیات

سنسان	خالی/ویران
متعین	مقرر
پیش گوئی	کسی بات کی پہلے سے خبر دینا

سراب	نظر کا دھوکہ
ماہیت	اصل حقیقت

تحریک پاکستان میں خواتین کا کردار

قیادت	رہ نمائی/ رہ نما
رفاقت	ہمراہی، ساتھ
مقررہ	تقریر کرنے والی
وفد	نمائندوں کی جماعت

پہلو بہ پہلو	ساتھ ساتھ
پرداخت	دیکھ بھال
صعوبتیں	تکالیف

مسدس حالی

جزیرہ نما	خشکی کا وہ قطعہ جس کے تین اطراف پانی ہو
تمدن	شائستگی، تہذیب
تازیانہ	کوڑا/ تعزیر

کشور کشا	ملک کا بادشاہ
یگانہ	بے مثال / لاثانی
تکرار	بحث، زبانی لڑائی

مثبت سوچ

کھچا کھچ	بہت زیادہ، بکثرت
جم غفیر	ہجوم
چھینا جھپٹی	زبردستی چھیننا

دھکم پیل	دھکے دینا
بے ہنگم	غیر موزوں
اجتماعی زیاں	اجتماعی نقصان

فٹ بال

نومولود	نیا پیدا ہونے والا بچہ
پُھرتی	تیزی
تازہ دم	چُست

قواعد وضوابط	اصول، قاعدہ قانون
چاق چوبند	ہوشیار۔ چست

ملی نغمہ

بشارت	خوش خبری
جیالا	جرأت مند
نِدا	آواز/پکار

اثاثہ	سرمایہ
مروت	لحاظ
الہام	خدا کی طرف سے دل میں آئی ہوئی بات

ابتدائی طبی امداد

چہ میگوئیاں	قیاس آرائیاں
نکسیر	ناک سے خون آنا
سرایت	گھل مل جانا، داخل ہو جانا

رضا کار	والنٹیر (اپنی خدمات ملک وقوم کے لیے پیش کرنے والا)

قومی ادارے

نظم ونسق	انتظام	انتشار	افراتفری، بکھر جانا
گامزن	چلنا	شعور	عقل
مہذب	تہذیب یافتہ	ضامن	ضمانت دینے والا
تدارک	روک تھام	استوار	قائم کرنا
نونہال	ننھا پودا یا بچہ	بہبود	بہتری

تجدید عہد کا دن

عیادت کرنا	بیمار پُرسی کرنا	دست شفقت	محبت کا ہاتھ
شیوہ	طریقہ	یکسر	مکمل طور پر
تشخص	شناخت	ایوان	محل
نصب العین	اصل مقصد		

ہوائی جہاز

کرشمہ	معجزہ	یگانگت	اتحاد، بھائی چارہ
بِل بُوتے	طاقت	محنتِ شاقہ	سخت محنت
سربستہ راز	چھپے ہوئے راز	جِلا بخشنا	زندگی دینا
جان کھپانا	بہت زیادہ محنت کرنا	خوشی سے پھولے نہ سمانا	بہت زیادہ خوش ہونا
معاہدہ کرنا	کسی کے ساتھ عہد کرنا	مُخل	دخل دینا

مفلسی

مفلسی	غربت، افلاس	اسیر	قیدی
اہلِ فضل	باکمال لوگ	اشراف	شریف کی جمع
تونگر	دولت مند	خالق	پیدا کرنے والا

ہمارا پرچم

والہانہ	پُرتپاک	تردّد	فکر
حبّ الوطنی	وطن سے محبت	مظہر	اظہار
بوسیدہ	پرانا	توقیر	عزت، وقار
تقدس	پاکیزگی		

ملاقات

پڑاؤ	ڈیرا ڈالنا، رُکنا	مُڈبھیڑ	آمنا سامنا
نمود	ظاہر کرنا	دسترس	عبور
مسحورکُن	خوش کرنے والا	نمودونمائش	ظاہر داری

مصنفین کا تعارف

پروفیسر محمد جمال

۱۹۸۹ء میں پشاور یونیورسٹی سے ایم اے اُردو میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ ۱۹۹۰ء سے ایڈورڈز کالج پشاور میں درس وتدریس سے منسلک ہیں۔ متعدد سیمیناروں اور ورکشاپوں میں حصّہ لے چکے ہیں۔ ۲۰۰۰ء سے صدرِ شعبہء اردو (ایڈورڈز کالج) کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ٹیکسٹ بورڈ پشاور کی متعدد کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔

سید زبیر شاہ

سید زبیر شاہ نے اورینٹل کالج لاہور سے ۲۰۰۳ء میں ایم اے اردو کی ڈگری حاصل کی اور سرحد یونیورسٹی پشاور سے بی ایڈ کیا۔ آج کل ''پشاور پبلک سکول اور کالج'' پشاور میں درس وتدریس سے وابستہ ہیں۔

ان کا کلام، افسانے اور مضامین مختلف ادبی جرائد میں چھپ چکے ہیں۔ کئی ادبی تنظیموں سے بھی وابستہ ہیں۔ حال ہی میں ان کا افسانوی مجموعہ ''خوف کے کتبے'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد　　کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان　　ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام　　قوتِ اخوتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت　　پائندہ، تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

پرچمِ ستارہ و ہلال　　رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال　　جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

Leading Books Publisher
Jamrud Road, Peshawar

کوڈ نمبر	تعداد	قیمت	مطبع
BP/B-17/23(O)	80,000	69.00	یونیورسٹی بک پرنٹرز اینڈ پبلشرز (پرائیوٹ) لمیٹڈ پشاور۔